شمارہ نمبر ۱

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

جون/جولائی ۲۰۱۷ء



دوماہی مجلّہ

الاجماع

رمضان ایڈیشن

★ ۲۰ رکعت تراویح پر کفایت اللہ سنابلی کے اعتراضات کے جوابات ★ عیدین کی رات میں عبادت احادیث کی روشنی میں

★ عورتوں کا اعتکاف گھر میں افضل ہے ارشاد الحق اثری کے مضمون کا تحقیقی جائزہ



ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن


بسم اللہ الرحمن الرحیم

استقر الامر علی عشرین رکعة

(مسنون تراویح احادیث وسلف صالحین کے ارشادات کی روشنی میں)

مولانا نذیر الدین قاسمی

تراویح وہ نماز ہے جوماہ رمضان کی راتوں میں عشاء کے بعد باجماعت پڑھی جائے جیسا کہ فتاوی علماء حدیث ۶ / ۲۴۱ پر موجود ہے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ "التَّرَاوِيحُ جَمْعُ تَرْوِيحَةٍ وَهِيَ الْمَرَّةُ الْوَاحِدَةُ مِنَ الرَّاحَةِ كَتَسْلِيمَةٍ مِنَ السَّلَامِ" تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ ایک دفعہ آرام کرنے کو کہتے ہیں۔ (فتح الباری، ۲۵۰/۴)

لفظ تراویح کا ثبوت: حضرت سوید بن غفلہؒ[13] علی بن ربیعہؒ[14] شتیر بن شکلؒ[15] سے صحیح اسناد کے ساتھ تراویح کا لفظ ثابت ہے۔

سوید بن غفلہؒ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں : كَانَ يَؤُمُّنَا سُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ فِي رَمَضَانَ فَيُصَلِّي **خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ** عِشْرِينَ رَكْعَةً۔

علی بن ربیعہؒ کی روایت یہ ہیں : عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُبَيْدٍ ؛ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيعَةَ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ **خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ** وَيُوتِرُ بِثَلاَثٍ۔

شتیر بن شکلؒ کی روایت: عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ : أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي **خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ** فِي رَمَضَانَ وَيُوتِرُ بِثَلاَثٍ۔ (السنن الکبری للبیہقی، ۶۹۹/۲، مصنف ابن ابی شیبہ، ۵/ ۲۲۰-۲۲۵)

تحقيق ركعات التراويح في عهد الفاروق۔ (کفایت اللہ کو جواب)

روایت نمبر ۱ : (الاحادیث المختارہ کی روایت)

(۱) حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ "أَنَّ عُمَرَ أَمَرَ أُبَيًّا أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ۔۔۔۔۔۔فَصَلَّى بِهِمْ عِشْرِينَ رَكْعَة" حضرت عمر بن خطابؓ نے حکم دیا کہ میں رمضان شریف کی رات میں نماز (تراویح) پڑھاؤں۔۔۔۔ تو ابی بن کعبؓ نے لوگوں کو ۲۰ رکعات (تراویح) پڑھائی۔ (الاحادیث المختارہ: ۱۱۶۱، امام ضیاء الدین مقدسیؒ نے اس کو صحیح کہا ہے جیسا کہ غیر مقلد عالم حافظ زبیر علی زئی اصول ہے، تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ، ص:۲۳)[16]

---

[13] جو کہ حضرات خلفاء راشدینؓ کے ساتھ ساتھ، ابن مسعودؓ، ابی ذر غفاریؓ، ابو درداءؓ، سلیمان بن ربیعہؓ، بلالؓ، حسن بن علیؓ، ابی بن کعبؓ، عوف بن مالکؓ، وغیرہ کے شاگرد رشید ہیں۔

[14] جو کہ سلمان فارسیؓ، سمرہ بن جندبؓ، ابن عمرؓ، حضرت علیؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، وغیرہ کے شاگرد ہیں۔

[15] جو کہ حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ، ام المؤمنین حضرت حفصہؓ و ام حبیبہؓ اور حضرت شکل بن حمیدؓ وغیرہ کے شاگرد ہیں۔

[16] اس حدیث کی سند میں ابو جعفر الرازیؒ (م ۱۶۰ھ) ہے جن کو امام یحیی ابن معینؒ، علی ابن المدینیؒ، محمد بن عبد اللہ بن عمار الموصلیؒ، ابو حاتمؒ، الحاکمؒ، ابن عبد البرؒ، محمد بن سعدؒ، ابن شاہینؒ وغیرہ ائمہ محدثین نے ثقۃ قرار دیا ہے۔ حافظ ابن عدیؒ کہتے ہیں : لهأحاديث صالحة، وقد روى عنه الناس، وأحاديثه عامتها مستقيمة، وأرجو أنه لا بأس به، ایک روایت میں امام احمد بن حنبلؒ نے صالح الحدیث قرار دیا ہے۔ امام زکریا بن یحیی الساجیؒ صدوق لیس بمتقن کہتے ہے۔ جن روایات میں ابو جعفر الرازیؒ ثقات کی

اعتراض : کفایت اللہ سنابلی صاحب لکھتے ہیں : ابو جعفر الرازی برے حافظہ والا ہے۔امام زرعہ رازیؒ نے کہا ہے کہ یہ شیخ ہیں ، بہت زیادہ وہم کا شکار ہوتے ہیں ، ابن حبانؒ نے کہا کہ مشہور لوگوں سے منکر روایت کے بیان میں منفرد ہونے تھے ، ان کی حدیث سے حجت پکڑنا مجھے پسند نہیں ، مگر یہ کہ ثقہ رواۃ سے ان کی تائید مل جائے۔اگے کہتے ہیں کہ بعض نے اس کی مجمل توثیق کی ہے۔جو جرح مفسر مقابلہ میں مقبول نہیں ہے۔(مسنون رکعات التراویح : ص ۹۵-۹۶)،غیر مقلد عالم حافظ زبیر علی زئی کہتے ہیں کہ ابو جعفر الرازی کی الرَّبِیعِ بنِ أَنَسٍ سے روایت میں بہت زیادہ اضطراب ہوتا ہے۔(تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ،ص:۷۴)

الجواب :

اولاً : خود زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ **"ہمارے نزدیک یہ کوئی مسئلہ نہیں کہ فلاں امام نے فلاں راوی کو کذاب (جو کہ جرح مفسر ہے) یا ضعیف کہا ہے ، بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جمہور کس طرف ہیں ؟ جب جمہور محدثین سے ایک قول (مثلاً توثیق یا تضعیف) ثابت ہوجائے ، تو اس کے مقابلہ میں ہر شخص یا بعض اشخاص کی بات مردود ہے ، اور جرح وتعدیل میں تعارض کی صورت میں ہمیشہ جمہور محدثین کو ہی ترجیح**

موافقت کرے،تو اس وقت امام ابن حبانؒ انہی قابل احتجاج بتایا ہے۔ان کے الفاظ یہ ہیں : كان ينفرد عن المشاهير بالمناكير, لا يعجبني الاحتجاج بحديثه إلا فيما وافق الثقات اوران کی ۲۰ رکعات تراویح والی یہ روایت بھی ثقات کے موافق ہیں۔(تہذیب التہذیب،۱۲/۵۶، تاریخ الاسلام للذھبی،۴/۲۵۹، الثقات لابن شاہین،۱/۱۷۷)۔

اسی طرح امام ترمذیؒ، امام ابن خزیمہؒ، امام ابو عوانہؒ، امام ذہبیؒ، امام حاکمؒ، امام بغویؒ، امام ضیاء الدین مقدسیؒ، امام دارقطنیؒ،امام بیہقیؒ، امام نوویؒ، امام ابو عبد اللہ محمد بن علی البلخیؒ، حافظ زین الدین عراقیؒ، حافظ ابن الصلاحؒ،حافظ ابو العباس قرطبیؒ، امام ابن ملقنؒ، امام ابو عبد اللہ القرطبیؒ، امام سیوطیؒ، امام ابن حجر عسقلانیؒ وغیرہ نے ان کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔(سنن ترمذی حدیث /۳۳۶۵، صحیح ابن خزیمہ /۱۴۷۹، صحیح ابی عوانہ /۱۵۴۹،مستدرک الحاکم مع التلخیص ۲/۳۰۳ ، حدیث /۳۰۹۱،شرح السنۃ للبغوی ۸/۲۲۸، حدیث ۲۱۶۴،طرح التثریب ۲/۲۸۹،انوار الطریق،از علی زئی:ص۸،البدر المنیر ۳/۶۲۲ -۶۲۵،تفسیر قرطبی ۴/۲۰۱،الاتقان للسیوطی ۴/۴۴۸،نتائج الافکار۲/۱۲۹)

جب کسی حدیث کو کوئی محدث صحیح قرار دے ، تو ان کا صحیح کہنا کفایت صاحب ، علی زئی اور دوسرے اہل حدیث کے نزدیک اس حدیث کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔(نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں /۱۷،انوار البدر /۲۷)اس لحاظ سے بھی ابو جعفر الرازیؒ ثقہ ہیں :امام ذہبیؒ انہیں صالح الحدیث کہتے ہیں۔(میزان الاعتدال ۳/۳۱۹) امام ابو الفضل محمد بن طاہر بابن القیسرانیؒ(م ۵۰۷ھ) کہتے ہیں کہ ابو جعفر أرجو أنه لا بأس به۔(ذخیرۃ الحفاظ ۳/۱۷۷۴) امام حازمیؒ ثقہ کہتے ہیں ، ابن دقیق العیدؒ کہتے ہیں کہ ان کو لوگوں نے ثقہ کہا ہے۔(البدر المنیر ۳/۶۲۲-۶۲۴) امام عبد الحق اشبیلیؒ کے نزدیک بھی وہ ثقہ ہیں۔(الاحکام الکبریٰ ۱/۳۸۴) اہل حدیث عالم شیخ احمد شاکر بھی ابو جعفر الرازی کو ثقہ کہتے ہیں۔(مسند احمد ، بتحقیق احمد شاکر ، حدیث /۶۶۰) حافظ ہیثمیؒ کہتے ہیں :وفي أبي جعفر كلام لا يضر وهو ثقة۔(مجمع الزوائد ، حدیث/۱۱۹۴۶)حافظ بوصیریؒ بھی ابوجعفرؒ کو ثقہ کہتے ہیں۔(اتحاف الخیرۃ المہرۃ ۶/۱۶۴)امام شعبہؒ نے ابوجعفرؒ سے روایت کیا ہے اور کفایت اللہ اور علی زئی کے نزدیک وہ صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔(انوار البدر /۱۳۲) (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام /۴۴) لہذا ابو جعفر الرازیؒ(م ۱۶۰ھ) جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔

حاصل ہے۔(مقالات ۶/۱۴۳)" لہذ جب ابو جعفر الرازیؒ (م ۱۶۰ھ) جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔تو خود علی زئی کے اصول کی روشنی میں ان کا یہ اعتراض باطل ومردود ہے۔

دوم: جہاں تک کفایت صاحب کا ابن حبانؒ کا یہ قول نقل کرنا کہ ابو جعفر مشہور لوگوں سے منکر روایت نقل کرنے میں منفرد ہوتا تھا، تو خود کفایت اللہ صاحب نے اسی کتاب مسنون رکعات تراویح کے صفحہ /۲۳ پر لکھا ہے کہ **امام ابو داؤد نے اس راوی میں منکر الحدیث صرف اس معنٰی میں کہا ہے کہ انہوں نے منکر روایت نقل کی ہے، اور صرف اتنی سی بات سے کسی راوی کی تضعیف ثابت نہیں ہوتی،** اسی طرح ایک اور کتاب میں کفایت صاحب لکھتے ہیں کہ **مناکیر روایت کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ روایت کرنے والا ہی اس کا ذمہ دار ہے۔**(انوار البدر /۱۷۲)

لیجئے جب اپنے پسندیدہ راوی پر منکر روایت کرنے کا الزام آیا، تو اس کا دفاع کردیا، لیکن اپنے مسلک کے خلاف میں آنے والی روایت کے راوی ابو جعفر الرازی پر کفایت صاحب نے یہی کلام نقل کرکے جرح کردی، کیا یہی انصاف کا نام ہے۔ الغرض خود کفایت صاحب کے اصول کی روشنی میں ابن حبانؒ کی جرح صحیح نہیں ہے۔

پھر خود کفایت صاحب بھی یہ اقرار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابن حبانؒ جرح میں متشدد ہیں، اس لئے ثابت شدہ صریح توثیق کے مقابلہ میں ان کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں۔(انوار البدر /۱۲۷) لہذا انہیں کے اصول کی روشنی میں یہاں بھی متشدد ہونے کی وجہ سے ابن حبانؒ کی جرح مردود ہے۔

سوم: خود ابن حبانؒ نے وضاحت کی ہے کہ جب ابو جعفر الرازیؒ ثقہ کی موافقت کریں، تو وہ قابل احتجاج ہے، جیسا کہ کفایت صاحب نے نقل کیا ہے اور یہاں بھی بیس رکعات تراویح کی روایت میں ابوجعفر الرازیؒ نے ثقات کی موافقت کی ہے، مثلاً یزید بن خصیفہؒ **(ثقہ، ثبت، مامون) امام مالک بن انسؒ (ثقۃ، امام) یحییی بن سعید الأنصاریؒ (ثقہ، امام، ثبت) ہشیم بن بشیرؒ (ثقہ، ثبت)** کی موافقت ابو جعفر الرازیؒ نے کی ہے، لہذا ان کی جرح کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اور رہا ابن حبانؒ کی جرح کہ ابوجعفرؒ کا ربیع بن انسؒ کی روایت میں مضطرب ہونا، تو "**ابوجعفر الرازی عن الربیع بن أنس**" کی سند کو امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) امام بغویؒ (م ۵۱۶ھ) امام ضیاء الدین مقدسیؒ (م ۶۴۳ھ) امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) امام ابو عبد اللہ محمد بن علی البلخی (م ۲۹۸ھ) حافظ زین الدین عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) حافظ ابن الصلاحؒ (م ۶۴۳ھ) حافظ ابو العباس قرطبیؒ (م ۶۵۶ھ) امام ابن الملقنؒ (م ۸۰۴ھ) امام ابو عبد اللہ القرطبیؒ (م ۶۷۱ھ) امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) امام حازمیؒ (م ۵۸۴ھ) اور امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) وغیرہ محدثین نے صحیح کہا ہے، جن کے حوالجات ابو جعفر الرازیؒ کی توثیق کے سلسلے میں گزر چکے۔ لہذا ان تمام محدثین کی تحقیق ابن حبانؒ کے قول پر مقدم ہے، الغرض راجح قول میں یہ ۲۰ رکعات تراویح کی سند صحیح ہے۔

چہارم: خود زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ جو راوی (جمہور کے نزدیک) کثیر الغلط، کثیر الخطاء اور سیء الحفظ (برے حافظے والا) وغیرہ ہو، اس کی منفرد حدیث ضعیف ہوتی ہے،(نورالعینین:ص ۶۳) اور ابوجعفر الرازیؒ **جمہور کے نزدیک** نہ کثیر الغلط، نہ کثیر الخطاء، اور نہ ہی وہ سیء

الحفظ (بڑے حافظہ والے) ہیں ، پھر وہ منفرد بھی نہیں ، تو ان کی یہ روایت کیوں کر ضعیف ہو سکتی ہے۔ پھر ابو جعفر الرازی ؒ کے ۲،۲ متصل اور مرسل متابعات موجود ہیں ، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ لہذا ان پر ہر طرح کی جرح مردود ہے۔

روایت نمبر ۲ : (بیہقی کی روایت پر بحث)

(۲) حضرت سائب بن یزید ؓ فرماتے ہیں کہ "کنانقوم فی زمان عمر بن الخطاب بعشرین رکعۃ والوتر "ہم حضرت عمر ؓ کے زمانہ میں ۲۰ رکعات (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔ (معرفۃ السنن والآثار للبیھقی، حدیث نمبر ۵۴۰۹)اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔[17]

دوسری سند:

حضرت سائب بن یزید ؓ فرماتے ہیں "كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً" قَالَ: "وَكَانُوا يَقْرَءُونَ بِالْمَئِينِ، وَكَانُوا يَتَوَكَّئُونَ عَلَى عِصِيِّهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ" کہ لوگ حضرت عمر ؓ کے دور میں ۲۰/رکعات تراویح پابندی سے پڑھتے تھے۔سائب بن یزید ؓ فرماتے ہیں کہ وہ قرآن مجید کی دو سو آیات تلاوت کرتے تھے ، اور حضرت عثمان بن عفان ؓ کے دور میں لوگ (قیام کے لمبا ہونے کی وجہ سے) اپنی (لاٹھیوں پر) ٹیک لگاتے تھے۔(سنن کبری للبیہقی ۲/۶۹۸ ، حدیث /۴۲۸۸)

اس روایت کے بھی سارے راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔[18]

---

17 اس سند کے رواۃ کی تفصیل یہ ہے:

۱- امام بیہقی ؒ(م ۴۵۸ھ) مشہور ثقہ محدث ہیں۔(تاریخ الاسلام)

۲-ابوطاہر الفقیہ ؒ(م ۴۱۰ھ)کا نام محمد بن محمد بن محمش ابوطاہر الفقیہ الزیادی ؒ ہے۔ امام ذہبی ؒ(م ۷۴۸ھ) نے آپ ؒ کو فقیہ، علامہ، القدوۃ اور شیخ خراسان، اور نیساپور کے اصحاب الحدیث کے امام قرار دیا ہے۔(تاریخ الاسلام ۹/۱۵۷، سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۷۶) امام سبکی ؒ(م ۷۷۱ھ) فرماتے ہیں کہ شیخ ابوالطاہر زیادی ؒ اپنے زمانہ میں نیساپور کے امام المحدثین والفقہاء تھے۔(طبقات الشافعیۃ ۴/۱۹۸) امام خلیلی ؒ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آپ متفق طور پر ثقہ ہیں۔(الارشاد للخلیلی ۳/۸۶۲) لہذا آپ ثقہ ہیں۔

۳- ابوعثمان البصری ؒ جن کا عمرو بن عبد اللہ بن درہم ابوعثمان البصری ؒ ہے۔ امام ذہبی ؒ آپ ؒ کو امام، القدوۃ، زاہد، صالح اور مسند نیساپور قرار دیتے ہیں۔(سیر اعلام النبلاء ۱۵/۳۶۴-۳۶۵، تذکرۃ الحفاظ ۳/۴۵) نیز امام بیہقی ؒ، امام ضیاء الدین المقدسی ، امام ابن حجر عسقلانی ؒ نے ان کی روایت کو صحیح اور حسن قرار دیا ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار ۳/۱۵، حدیث /۳۸۴۵، المختارۃ ۶/۴۷، حدیث /۲۰۱۸، الامالی المطلقۃ /۷۷-۷۸) اور محدثین کا کسی روایت کو صحیح یا حسن کہنا غیر مقلدین کے نزدیک اس روایت کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔(نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں /۱۷، انوار البدر /۲۷) ۔معلوم ہوا کہ ابوعثمان البصری ؒ ثقہ ہیں۔

۴- امام ابو احمد محمد بن عبد الوھاب ؒ ، سنن نسائی ؒ کے راوی ہیں اور ثقہ عارف۔(تقریب ، رقم :۶۱۰۴)

۵-خالد بن مخلد ؒ(م ۲۱۳ھ) صحیحین کے راوی اور صدوق ہیں۔(تقریب ، رقم : ۱۶۷۷)

۶- محمد بن جعفر الانصاری بھی صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔(تقریب ، رقم : ۵۷۸۴)

۷-یزید بن خصیفہ ؒ بھی ثقہ ہیں۔(تقریب ، رقم :۷۷۳۸) مزید دیکھئے **ص:۲۱۔**

۸- سائب بن یزید ؓ(م ۹۱ھ) صحابی رسول ہیں۔(تقریب)

نوٹ: (۱) یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ امام علی بن الجعدؒ (م ۲۳۰ھ) کی اپنی کتاب مسند علی بن الجعد میں بھی موجود ہے۔دیکھئے (مسند علی بن الجعد ،صفحہ ۴۱۳، حدیث ۲۸۲۵، واسنادہ صحیح)

نوٹ: (۲) اس روایت میں امام علی بن الجعدؒ (م ۲۳۰ھ) کی متابعت امام یزید بن ہارونؒ (م ۲۰۶ھ) نے بھی کر رکھی ہے۔(کتاب الصیام للفریابی ، صفحہ / ۱۳۱ ، حدیث /۱۷۶۔واسنادہ صحیح) لہذا اس روایت میں علی بن الجعدؒ اعتراض کرنا بھی بے کار ہے۔

کیا بیس رکعت تراویح کی روایت کو کسی محدث نے صحیح کہا ہے ؟

درج ذیل محدثین نے بیس رکعات تراویح کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

۱ - امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ)۔(خلاصۃ الاحکام للنووی ۱/۵۷۶)
۲ - امام فخر الدین الزیلعیؒ (م ۷۴۳ھ)۔(تبیین الحقائق ۱/۱۷۸)
۳ - امام تقی الدین سبکیؒ (م ۷۵۶ھ) ۔(شرح المنہاج للسبکی بحوالہ المصابیح ، صفحہ /۴۱)
۴ - امام ابن الملقنؒ (م ۸۰۴ھ) ۔(البدر المنیر لابن الملقن ۴/۳۵۰)
۵ - امام ولی الدین العراقیؒ (م ۸۲۶ھ)۔ (طرح التثریب للعراقی ۳/۹۷)
۶ - امام بدر الدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) ۔(العنایہ للعینی ۲/۵۵۱)
۷ - امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ۔(المصابیح للسیوطی ، صفحہ /۲۸، ۳۰)
۸ - امام قسطلانیؒ (م ۹۲۳ھ) ۔(ارشاد الساری ۳/۴۲۶)
۹ - امام ، شیخ الاسلام زکریا الانصاریؒ (م ۹۲۶ھ) ۔(فتح الوہاب ، للامام زکریا الانصاری ۱/۵۸)
۱۰ - محدث ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) ۔(شرح النقایہ للامام ملا علی قاری ۱/۳۴۱)
۱۱ - حافظ محمد مرتضیٰ زبیدیؒ (م ۱۲۰۵ھ) ۔(اتحاف سادات المتقین للزبیدی ۳/۴۱۵)
۱۲ - امام نیمویؒ (م ۱۳۲۲ھ) ۔(آثار السنن /۲۵۱)

معلوم ہوا کہ محدثین کی ایک جماعت نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

---

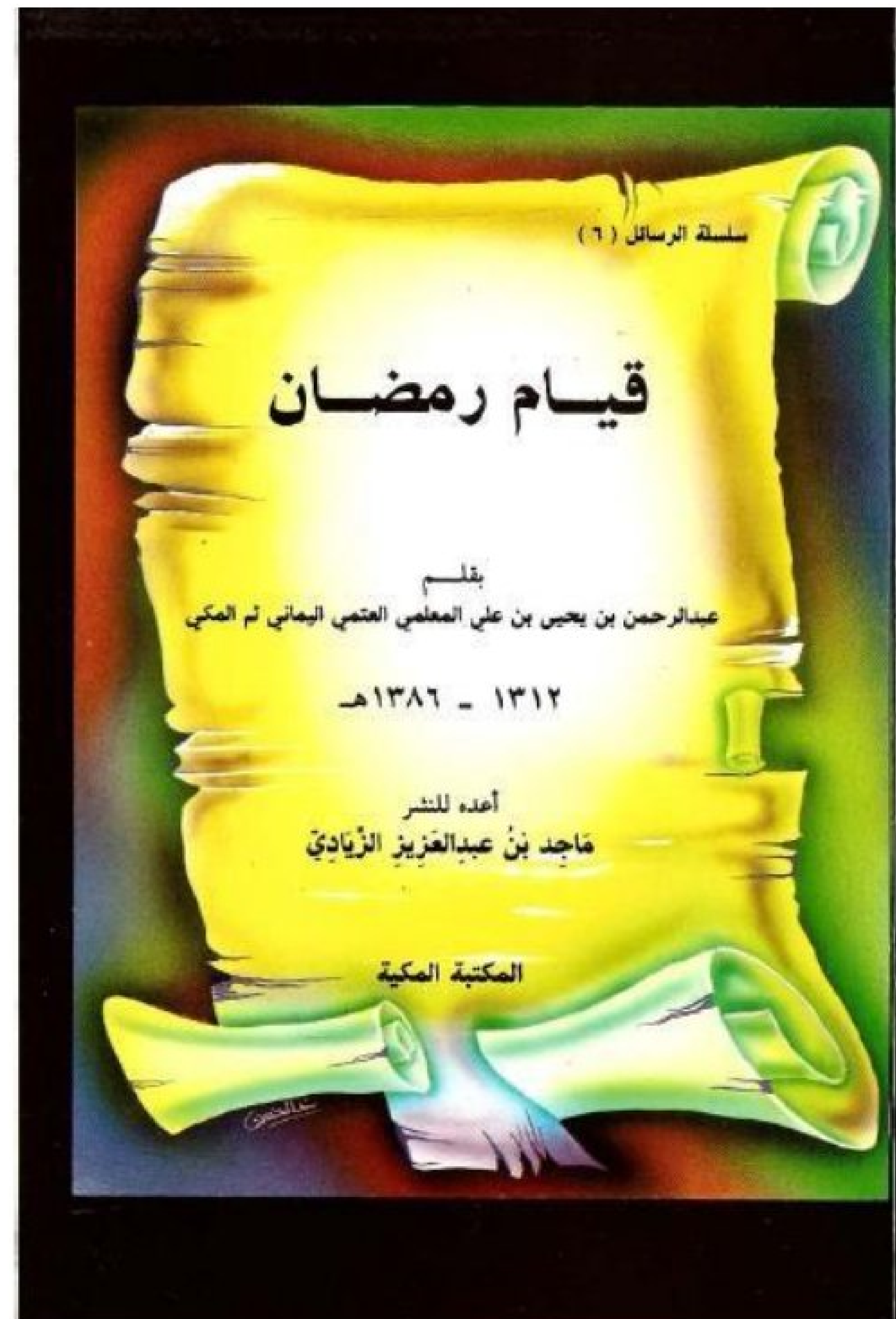
[18] اس روایت کے راویوں کا تعارف یہ ہے :
۱-امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) ثقہ محدث ہیں۔(تاریخ الاسلام)
۲- ابو عبد اللہ حسین بن عبد اللہ الدینوریؒ (م ۴۱۴ھ) بھی ثقہ ہیں۔(المنتخب من کتاب السیاق لتاریخ نیسابور /۱۹۳)
۳- امام احمد بن محمد بن اسحق السنیؒ (م ۳۶۴ھ) بھی معتبر ہیں۔(کتاب الثقات للقاسم ۱/۴۸۴)
۴-امام ابو القاسم البغوی (م ۳۱۷ھ) مشہور امام اور ثقہ ہیں۔(کتاب الثقات للقاسم ۲/۱۱۶)
۵-امام علی الجعدؒ (م ۲۳۰ھ) صحیح بخاری کے راوی اور ثقہ وضبط۔(تقریب ، رقم : ۴۶۹۸)
۶- محمد بن عبد الرحمن بن ابی ذئبؒ (م ۱۵۹ھ) صحیحین کے راوی ہیں اور ثقہ ، فقیہ اور فاضل ہیں۔(تقریب ، رقم : ۶۰۸۲)
۷-یزید بن خصیفہؒ۔
۸-سائب بن یزیدؓ کی توثیق اوپر گذرچکی۔ الغرض اس روایت کے سبھی راوی ثقہ ہیں۔

اور ہمارے علم کے مطابق **عبد الرحمن مبارکپوری سے پہلے** کسی ایک محدث نے بھی اس روایت کو ضعیف نہیں کہا ہے۔ لیکن پھر بھی کفایت صاحب اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

اب کچھ غیر مقلد اہل حدیث ، سلفی علماء کے حوالے ملاحظہ فرمایئے ، جنھوں نے اس روایت کو صحیح کہا یا اس کی تحسین کی ہے :

۱ - عبد الرحمن المعلمی الیمانی ؒ، جس کو کفایت صاحب **امیر المومنین فی اسماء الرجال، فقیہ اسماء الرجال، علامہ، محدث** کہتے ہیں ۔(انوار البدر /۳۴۳) انہوں نے ہماری بیہقی والی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔(کتاب قیام رمضان /۵۷)

اسکین:



علي العصي وما كنا ننصرف إلاَّ في بزوغ الفجر». وفي «فتح الباري»: «أن سعيد بن منصور رواه من طريق محمد بن إسحاق «حدثني محمد بن يوسف عن جده، السائب بن يزيد قال: كنا نصلي في زمن عمر في رمضان ثلاث عشرة». وحمل هذا على بعض الليالي والغالب إحدى عشرة كما في رواية مالك، وعلم من رواية مالك وغيرها أن القوم كانوا يقومون ثلث الليل أو أكثر، فيشق عليهم طول الوقوف كما مر، فروى مالك في «الموطأ»[١] عن يزيد بن رومان أنه قال: «كان الناس يقومون في زمان عمر بن الخطاب في رمضان بثلاثٍ وعشرين» وفي «سنن البيهقي»[٢] بسندٍ صحيح عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد قال «كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب ـ رضي الله عنه ـ في شهر رمضان بعشرين ركعة...»، قال البيهقي: «يمكن الجمع بين الروايتين فإنهم كانوا

(١) ١:١١٥. المؤلف.
(٢) ٢:٤٩٥.

٥٧

۲ - شیخ عبد القادر الارنؤوطؒ۔ (جامع الاصول بتحقیق عبد القادر الارنؤوط ۲/۱۲۳، ۱۲۴)

اسکین:

جَامِعُ الأُصُول
في
أَحَادِيث الرَّسُول
تألیف
الامام مجد الدين أبي السعادات المبارك بن محمد ، ابن الأثير الجزري
٥٤٤ - ٦٠٦ هـ

حقق نصوصه ، وخرج أحاديثه ، وعلق عليه
عبد القادر الأرناؤوط
الجزء السادس
نشر وتوزيع
مكتبة الحلواني · مطبعة الملاح · مكتبة دار البيان

ﷺ ، وإنما قطعها إشفاقاً من أن تُفرَض على أمته ، وكان عمر ممن نبَّه عليها وسنَّها على الدوام ، فله أجرُها وأجر من عمل بها إلى يوم القيامة ، وقد قال في آخر الحديث «والتي تنامون عنها أفضل» تنبيها منه على أن صلاةَ آخِرِ الليل أفضل ، قال : وقد أخــذ بذلك أهل مكة ، فإنهم يصلُّون التراويح بعد أن يناموا .

٤٢٢٣ — (ط - السائب بن يزيد) قـــال : « أمر عمرُ أُبيَّ بنَ كعبٍ وتميماً الداريَّ : أن يقوما للناس في رمضان بإحدى عشرة ركعةً ، فكان القارىء يقرأ بالمِئينَ ، حتى كنا نعتمدُ على العِصِيِّ من طول القيام ، فـما كنا نَنصرفُ إلا في فروع الفجر » . أخرجه الموطأ[1] .

[شرح الغريب]

(فروع الفجر) يريد : قُبيله بقريب ، وفَرْعُ كل شيء : أعلاه .

٤٢٢٤ — (ط - يزيد بن رومان) قال : « كان الناس يقومون في زمن عمر في رمضان بثلاث وعشرين ركعةً » أخرجه الموطأ[2] .

(١) ١/١١٥ في الصلاة في رمضان ، باب ما جاء في قيام رمضان ، وإسناده صحيح .
(٢) ١/١١٥ في الصلاة في رمضان ، باب ما جاء في قيام رمضان ، وفي سنده انقطاع ، فان يزيد ابن رومان لم يدرك عمر بن الخطاب رضي الله عنه .
أقول : لكن جاء الحديث من طريق آخر موصول صحيح ، رواه البيهقي في السنن الكبرى ٢/٤٦٩ عن السائب بن يزيد قال : كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه في شهر رمضان بعشرين ركعة ، قال : وكانوا يقرؤون بالمئين ، وكانوا يتوكؤون على عصيهم في ...

— ١٢٣ —

۳ - شیخ حمید التویجریؒ۔ (الرد علی الکاتب المفتون للتویجری / ۱۳۲)

اسکین:

الرّد على الكاتب المفتون

تأليف الفقير إلى الله تعالى
حمود بن عبد الله بن حمود التويجري
غفر الله له ولوالديه ولجميع المؤمنين

دار اللواء
للنشر والتوزيع

عنهم يقومون بها في رمضان. فروى مالك في الموطأ والبيهقي من طريقه عن محمد بن يوسف عن السائب بن يزيد رضي الله عنه أنه قال أمر عمر بن الخطاب أبي بن كعب وتميماً الداري أن يقوما للناس إحدى عشرة ركعة، قال: وقد كان القارىء يقرأ بالمئين حتى كنا نعتمد على العصي من طول القيام وما كنا ننصرف إلا في فروع الفجر. إسناده صحيح على شرط الشيخين. وقد رواه ابن أبي شيبة في مصنفه عن يحيى بن سعيد القطان عن محمد بن يوسف ـ وهو ابن عبدالله بن يزيد الكندي المدني الأعرج ـ أن السائب أخبره أن عمر جمع الناس على أبيّ وتميم فكانا يصليان إحدى عشرة ركعة يقرآن بالمئين يعني في رمضان. إسناده صحيح على شرط الشيخين.

وروى مالك في الموطأ والبيهقي من طريقه عن يزيد بن رومان أنه قال: كان الناس يقومون في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه في رمضان بثلاث وعشرين ركعة. في إسناده انقطاع لأن يزيد بن رومان لم يدرك عمر رضي الله عنه، وروى البيهقي بإسناد صحيح عن السائب بن يزيد رضي الله عنه قال: كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه في شهر رمضان بعشرين ركعة. قال: وكانوا يقرءون بالمئين وكانوا يتوكئون على عصيهم في عهد عثمان بن عفان رضي الله عنه من شدة القيام. قال البيهقي: ويمكن الجمع بين الروايتين فإنهم كانوا يقومون بإحدى عشرة ثم كانوا يقومون بعشرين ويوترون بثلاث. وقال شيخ الإسلام أبو العباس ابن تيمية رحمه الله تعالى قيام رمضان لم يوقت النبي صلى الله عليه وسلم فيه عدداً معيناً بل كان هو صلى الله عليه وسلم لا يزيد في رمضان ولا غيره على ثلاث عشرة ركعة، لكن كان يطيل الركعات فلما جمعهم عمر على أبي بن كعب كان يصلي بهم عشرين ركعة ثم يوتر

١٣٢

۴ - شیخ عبد اللہ الدویشؒ۔ (تنبیہ القاری لعبد اللہ الدویش / ۴۷۔۴۸)

اسکین:

مجموعة مؤلفات الشيخ عبد الله الدويش

تنبيه القارئ لتقوية ما ضعفه الألباني

ويليه

تنبيه القارئ لتضعيف ما قواه الألباني

تأليف العلامة المحدث

الشيخ / عبد الله بن محمد بن احمد الدويش
غفر الله له ولوالديه ولمشائخه
١٣٧٣-١٤٠٨هـ

المجلد الخامس

تقديم سماحة الشيخ
عبد العزيز بن عبد الله بن باز

أشرف على طبعها وتصحيحها
عبد العزيز بن أحمد المشيقح

دار العليان

الأولى لما حققته في رسالتي صلاة التروايح قلت يعني بالرواية الأولى الإحدى عشرة ركعة. من تخريج المشكاة جـ ١ ص ٤٠٨ انتهى.

أقول في تضعيفه القيام بعشرين ركعة نظر فإنه ورد من روايات يقوي بعضها بعضا ويدل على أن له أصلاً

منها ما رواه عبدالرزاق في مصنفه جـ ٤ ص ٣٦٠ عن داود بن قيس وغيره عن محمد بن يوسف عن السائب بن يزيد أن عمر جمع الناس في رمضان على أبي بن كعب. على تميم الداري على إحدى وعشرين ركعة وهذا الإسناد رجاله ثقات رجال الصحيح.

ومنها ما رواه البيهقي في السنن الكبرى جـ ٣ ص ٤٩٦ حيث قال أخبرنا أبو عبدالله الحسين بن محمد بن الحسين بن فنجويه الدينوري بالدامغان ثنا أحمد بن محمد بن إسحاق السني أنبأنا عبدالله بن محمد بن عبدالعزيز البغوي ثنا علي بن الجعد أنبأ ابن أبي ذئب عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه في شهر رمضان بعشرين ركعة وهذا إسناد رجاله ثقات أما الحسين بن محمد فقد ذكره الذهبي في تذكرة الحفاظ في ترجمة تمام الحافظ الجزء الثالث ص ١٠٥٧ وقال ابن العماد في شذرات الذهب الجزء الثالث ص ٣٠٠ كان ثقة مصنفاً أما ابن السني فهو صاحب كتاب اليوم والليلة إمام مشهور والبغوي قال عنه الدارقطني هو ثقة وبقية رواته رواة الصحيح.

وروى ابن أبي شيبة في مصنفه عن وكيع عن مالك بن أنس عن يحى بن سعيد أن عمر بن الخطاب أمر رجلاً يصلي بهم عشرين

-٤٢-

۵ - شیخ مصطفی العدوی۔ (عدد رکعات قیام اللیل /۳۶)

اسکین:

الطبعة
لكتاب الجامع العام في الفقه والأحكام

بحث في

عدد ركعات قيام الليل

تأليف

مصطفى العدوي

الناشر

دار ماجد عسيري

جدة - هاتف : ٦٦٠٤٢٤٣

عدد ركعات قيام الليل ٣٦

جمع الناس على إحدى عشرة ركعة

في الموطأ [١] عن مالك عن محمد بن يوسف عن السائب ابن يزيد أنه قال أمر عُمر بن الخطاب أبى بن كعب وتميماً الدارى أن يقوما للناس بإحدى عشرة ركعة ، قال : وقد كان القارئ يقرأ بالمئين حتى كنا نعتمد على العصيّ من طول القيام، وما كنا ننصرف إلا في فُرُوع الفجر » [٢] . صحيح

جمع الناس على عشرين ركعة

قال على بن الجعد في مسنده (٢٩٢٦) .

أنا ابن أبى ذئب عن يزيد بن خصيفة [٣] عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر في شهر رمضان بعشرين ركعة ، وإن كانوا ليقرؤن بالمئين من القرآن . صحيح

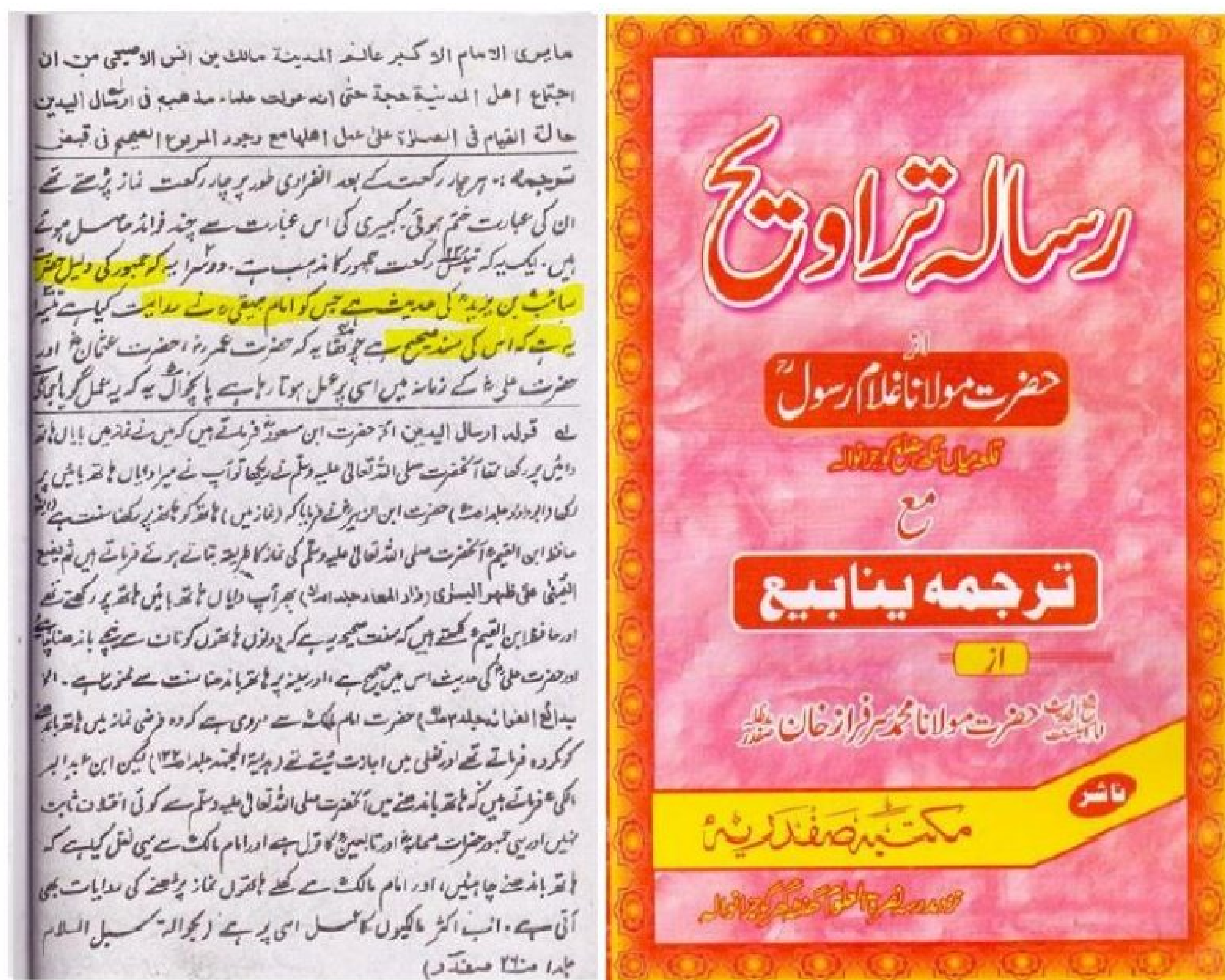
(١) الموطأ (١/ ١١٥) .

(٢) قوله في فروع الفجر أى في أوائله ، وأول ما يبدو ويرتفع منه . وهذا مما يدل على تعدد الوقائع وتنوع عدد الركعات ، وذلك لأن هذا أفاد أنهم كانوا ينصرفون عند فروع الفجر ، والأثر المتقدم فيه أن عمر رضى الله عنه قال : نعم البدعة هذه والتي ينامون عنها أفضل من التي يقومون - يريد آخر الليل - وكان الناس يقومون أوله .

(٣) وقد أعل البعض هذا الأثر بيزيد بن خصيفة ، وبما ورد عن أحمد في شأنه=

٦ - مولانا غلام رسول قلع والیؒ۔(رسالہ تراویح /۳۸)

اسکین:



مابری الامام الاکبر عالم المدینۃ مالک بن انس الاصبحی من ان اجتماع اھل المدینۃ حجۃ حتی انہ عولت علماء مذھبہ فی ارسال الیدین حالۃ القیام فی الصلاۃ علی عمل اھلھا مع وجود المرفوع الصحیح فی قبض

ترجمہ :- ہر چار رکعت کے بعد انفرادی طور پر چار رکعت نماز پڑھتے تھے ان کی عبارت ختم ہوئی۔ کبیری کی اس عبارت سے چند فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ بیس رکعت جمہور کا مذہب ہے۔ دوسرا یہ کہ جمہور کی دلیل حضرت سائب بن یزیدؓ کی حدیث ہے جس کو امام بیہقیؒ نے روایت کیا ہے تیسرا یہ کہ اس کی سند صحیح ہے چوتھا یہ کہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں اسی پر عمل ہوتا رہا ہے پانچواں یہ کہ یہ عمل گویا کہ

له قولہ ارسال الیدین الخ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز میں بایاں ہاتھ دائیں پر رکھا تھا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ نے میرا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا (ابوداؤد جلد ا ص) حضرت ابن الزبیرؓ نے فرمایا کہ (نماز میں) ہاتھ کو ہاتھ پر رکھنا سنت ہے (ابوداؤد) حافظ ابن القیمؒ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں ثم یضع الیمنی علی ظھر الیسری (زاد المعاد جلد ا ص) پھر آپ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے اور حافظ ابن القیمؒ لکھتے ہیں کہ سنت صحیحہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو ناف سے نیچے باندھنا چاہیے اور حضرت علیؓ کی حدیث اس میں صحیح ہے۔ اور سینہ پر ہاتھ باندھنا سنت سے ممنوع ہے۔ الخ بدائع الصنائع جلد ۲ ص) حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ وہ فرضی نماز میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ فرماتے تھے اور نفلی میں اجازت دیتے تھے (ہدایۃ المجتہد جلد ا ص۱۳۶) لیکن ابن عبد البر مالکیؒ فرماتے ہیں کہ ہاتھ باندھنے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی اختلاف ثابت نہیں اور یہی جمہور حضرات صحابہؓ اور تابعینؒ کا قول ہے اور امام مالکؒ سے یہی نقل کیا ہے کہ ہاتھ باندھنے چاہئیں، اور امام مالکؒ سے کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کی روایات بھی آئی ہیں۔ انتہیٰ اکثر مالکیوں کا عمل اسی پر ہے (بحوالہ سبل السلام جلد ا ص۱۲۶ صفدر)

۷ - شیخ محب اللہ شاہ راشدیؒ۔ (مقالات راشدیہ /۱۸۴) وغیرہ حضرات نے اس روایت کی تصحیح یا تحسین کی اور صحیح قرار دیا ہے۔

اسکین:

مقالات راشدیہ (محب اللہ شاہ راشدی) 184 کیا بیس رکعات تراویح پر صحابہ کا اجماع ہے؟

پھر بھی یہ بریلوی حضرات اپنی مرغی کی ایک ٹانگ کہتے رہیں تو اس کا علاج ہمارے پاس نہیں۔

ہم نے ابتداء میں لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کو امام شعبہ بن الحجاج نے جھوٹا قرار دیا ہے اور جھوٹے کی حدیث موضوع ہی ہوتی ہے ورنہ اس روایت کے سخت ضعیف ہونے میں تو کوئی خلاف نہیں، لہٰذا اس کو بطور حجت پیش کرنا جہالت کا ثبوت دینا ہے۔

حدیث ثانی پر گزارشات ہماری:

دوسرے نمبر پر امام بیہقی کی کتاب "معرفۃ السنن والآثار ۲/۳۰۰۵" سے ایک روایت حضرت ابن یزید یعنی السائب بن یزید) سے نقل کی ہے لکھتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہے وہ روایت یہ ہے:

((قال کنا نقوم فی عهد عمر بعشرین رکعة والوتر))

"ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمر فاروق کے دور میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔"

ہماری گزارشات: اس روایت کی سند تو ٹھیک ہے لیکن اس روایت کی معارض وہ حدیث ہے جو امام سعید بن منصور اپنے سنن میں لائے ہیں۔

علامہ سیوطی اپنی فتاویٰ المسماۃ "الحاوی" میں ایک رسالہ بنام "المصابیح فی صلوٰۃ التراویح" رکھا ہے، اس میں سنن سعید بن منصور سے اس طرح حدیث نقل کرتے ہیں۔

((حدثنا عبدالعزیز بن محمد حدثنی محمد بن یوسف سمعت السائب ابن یزید یقول کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب باحدی عشرة رکعة)) (ج ۱/۳۴۹)

"حدیث (بیان) کی ہمیں عبدالعزیز بن محمد نے (اس نے کہا) حدیث (بیان) کی مجھے محمد بن یوسف

أولئك هم الرشدون

مقالاتِ راشدیہ

جلد اول

۸- نیز بیہقی کی اس حدیث کے بارے میں اہل حدیث شیخ اسماعیل الانصاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کو امام نوویؒ نے خلاصۃ الاحکام اور المجموع میں ، امام زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں ، امام سبکیؒ نے شرح منہاج میں ، امام ابن عراقیؒ طرح التثریب میں ، امام عینیؒ نے عمدۃ القاریؒ

میں ، امام سیوطیؒ نے المصابیح میں ، محدث ملا علی قاریؒ نے شرح مؤطا میں ، امام نیمویؒ نے آثار السنن میں ، وغیرہ لوگوں نے صحیح کہا ہے اور **آگے انہوں نے شیخ البانیؒ کا رد کیا اور کہا (جس کا خلاصہ ہے کہ) البانیؒ نے ۲۰ رکعات تراویح کا انکار عبد الرحمن مبارکپوریؒ کی تقلید میں کیا ہے۔**(تصحیح حدیث صلاۃ التراویح /۷)

اس اہل حدیث سلفی عالم کے حوالے سے تین باتیں معلوم ہوئیں :

۱ - البانی اور مبارکپوری صاحب کا اس روایت کا انکار کرنا خود انہیں کے فرقہ کے عالم کی نظر میں مردود ہے۔

۲ - البانی نے بیہقی کی بیس رکعات تراویح کی رویت کا انکار عبد الرحمن مبارکپوری کی تقلید میں کیا ہے۔

۳ - البانی صاحب تقلید بھی کرتے تھے۔

یاد رہے ، یزید بن **خصیفہ**ؒ کی روایت کی مطابعت موجود ہے۔ لہذا یہ روایت (صحیح) اور مضبوط حجت ہے ، الحمد للہ۔

کفایت صاحب سے سوال :

ہمارا اہل حدیثوں سے عموماً اور کفایت صاحب سے خصوصاً سوال ہے کہ

وہ کم سے کم امام نوویؒ سے پہلے کا کسی ایک محدث کاحوالہ پیش کریں جنہوں نے ابن خصیفہؒ کی ۲۰/رکعات تراویح والی روایت کو ضعیف کہا ہو۔ کیوں کہ خود اہل حدیثوں کا اصول ہے کہ پہلے لوگوں کے مقابلہ میں بعد والوں کی بات حجت نہیں ہے۔(نور العینین /۱۳۷) لہذا کفایت صاحب سے گزارش ہے کہ وہ امام نوویؒ(م ۶۷۶ھ) سے پہلے کا کوئی محدث یا فقیہ بتائیں جنہوں نے اس روایت ضعیف قرار دیا ہو۔

نوٹ: فرقہ اہل حدیث عموماً یہ کہتے ہیں کہ ہم اہل حدیث صحابہ کرامؓ کے دور سے آج تک موجود ہیں۔ (تحفہ حنفیہ:ص۲۵۴)

لہذا ہم کہتے ہیں کہ فرقہ اہل حدیث جب صحابہ کرامؓ کے دور سے آج تک موجود تھا ، تو صحابہ کرامؓ کا دور ۱۱۰ ہجری میں ختم ہوا، اور امام نوویؒ ۶۳۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔تو فرقہ اہل حدیث کو امام نوویؒ(م ۶۷۶ھ) سے پہلے کا کوئی محدث کا حوالہ ضرور مل جانا چاہیے ، جنہوں نے ۲۰ رکعات تراویح کی یہ روایت کو میں ضعیف قرار دیا ہو۔

نیز ، امام نوویؒ کے بعد ہر ہر صدی میں فقہاء اور محدثین نے ۲۰/رکعات تراویح کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے ، جیسا کہ تفصیل اوپر گزر چکی۔

تو کیا ہر اس صدی میں 'اہل حدیث' علماء کے حوالجات مل سکتے ، جنہوں نے ان فقہاء اورمحدثین کا رد کیا ہو ، جنہوں نے ۲۰ رکعات تراویح کی روایت کو صحیح قرار دیا ہو؟ تاکہ امت کو معلوم ہو، کہ ۲۰/رکعات تراویح کی روایت ضعیف کہنے والے انگریز سے پہلے بھی موجود تھے۔

پس ، اللہ تعالیٰ ہمیں حق اور سچ کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

یزید بن خصیفہ علیہ الرحمہ ائمہ جرح و تعدیل کی نظر میں

یزید بن عبداللہ بن خصیفہ کی ثقاہت پر تحقیق درج ذیل ہے :

(۱) **امام ابن سعدؒ (المتوفی ۲۳۰ھ)** فرماتے ہیں کہ یزید بن خصیفہؒ عابد ،ناسک ، کثیر الحدیث اور مضبوط ہیں۔(طبقات ابن سعد جلد :۵صفحہ :۳۹۶)

نوٹ: کفایت اللہ صاحب کہتے ہیں کہ ابن خصیفہؒ کے بارے میں صرف اورصرف ایک محدث ابن سعدؒ ہی سے اعلی توثیق منقول ہے۔(مسنون رکعات تراویح صفحہ :۷۶) یہاں پر کفایت صاحب نے جھوٹ بولا ہے ،کیونکہ

اسکین:

76　　مسنون رکعات تراویح، دلائل کی روشنی میں

عرض ہے کہ گرچہ محمد بن یوسف سے متعلق ''احمد بن صالح المصری'' کا قول ثابت نہیں لیکن جرح وتعدیل کے مشہور امام یحیٰ بن سعد رحمہ اللہ نے محمد بن یوسف کو ''ثبت'' قرار دیا ہے اور اسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بخاری کے حوالہ سے نقل کیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

كان يحيى بن سعيد يثبته.

امام یحیی بن سعید انہیں ثبت قرار دیتے تھے۔ [تهذيب التهذيب لابن حجر: ۳۵/۳۱]۔

امام بخاری کی روایات ان کی کتاب تاریخ میں یوں موجود ہے:

كَانَ يحيى يُثَبِّتُهُ.

امام یحیی بن سعید انہیں ثبت قرار دیتے تھے۔ [التاريخ الكبير للبخاري: ۴۲/۲]۔

اس کے ساتھ ساتھ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ سے یہ بھی نقل کیا:

قال بن معين قال لي يحيى لم أر شيخا يشبهه في الثقة.

ابن معین نے کہا: مجھ سے امام یحیی بن سعید نے کہا: میں نے ثقاہت میں محمد بن یوسف کے ہم پلہ کسی کو نہیں دیکھا [تهذيب التهذيب لابن حجر: ۳۵/۳۱]۔

یہ اقوال تھذیب الکمال میں بھی منقول ہیں لہذا حافظ ابن حجر کی بنیاد یہی اقوال ہیں جن کے بیان میں انہیں کوئی وہم نہیں ہوا ہے پھر حافظ موصوف کا محمد بن یوسف کو ثقہ کے ساتھ ثبت قرار دینا بالکل مبنی برصواب ہے۔

الغرض یہ کہ محمد بن یوسف کو دو عظیم محدث نے ثقہ وثبت کہا ہے:

ایک جرح وتعدیل کے امام یحیٰ بن سعد نے اور دوسرے خاتمة الحفاظ حافظ ابن حجر، جبکہ یزید بن خصیفہ کے بارے میں صرف اورصرف ایک محدث ابن سعد ہی سے اعلی توثیق منقول ہے، چنانچہ:

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے کہا:

وَكَانَ عَابِدًا نَاسِكًا ثِقَةً كَثِيرَ الْحَدِيثِ ثَبْتًا.

یہ عابد، ناسک، ثقہ، کثیر الحدیث اور ثقہ تھے [الطبقات الكبرى لابن سعد: ۲۷۴/۹]۔



(۲) **حافظ المغرب امام ابوعمر بن عبدالبرؒ (المتوفی ۴۶۳ھ)** فرماتے ہیں کہ وکان ثقةمامونا (ابن خصیفہؒ ثقہ ،مامون ہیں)۔(التمہید لابن عبدالبر جلد :۲۳صفحہ :۲۵)

اسکین:

التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد

تأليف

الإمام الحافظ أبي عمر يوسف بن عبد الله
ابن محمد بن عبد البر النمري القرطبي

(368 - 463هـ)

الجزء الثالث والعشرون

تحقيق

سعيد أحمد أعراب

1411هـ - 1991م

باب الياء

يزيد بن خصيفة ثلاثة أحاديث

وهو يزيد بن(1) خصيفة بن يزيد بن عبد الله الكندي بن أخي السائب بن يزيد الكندي، وكان ثقة مامونا محدثا محسنا، لا أقف له على وفاة، روى عنه جماعة من أهل الحجاز.(2)

حديث أول ليزيد بن خصيفة

مالك، عن يزيد بن خصيفة، عن عروة بن الزبير انه قال: سمعت عائشة زوج النبي ﷺ تقول: قال رسول الله ﷺ: لا يصيب(3) المومن مصيبة حتى الشوكة إلا قص(4) بها أو كفر بها من خطاياه لا يدري(5) أيهما قال عروة.(6)

(1) ظاهر المؤلف أن خصيفة والد يزيد دنية، والذي عند ابن حجر في التقريب وتهذيب التهذيب أن خصيفة جد ليزيد وليس بوالد له دنية، قال: وزعم ابن عبد البر أنه ابن أخي السائب بن يزيد، ومثله عند الزرقاني في شرحه على الوطأ 4/371.

(2) انظر تهذيب التهذيب 11/340.

(3) يصيب: أ ق و - وهو ما في التجريد والوطأ.

(4) قص بها: أ ق قص الله بها: ي.

(5) هكذا في سائر النسخ (لا يدري أيهما) والذي في التجريد ونسخ الوطأ (لايدري يزيد أيهما) - بزيادة (يزيد).

(6) الوطأ رواية يحيى ص 672 - حديث (1706) والحديث أخرجه مسلم في الأدب من طريق ابن وهب، والنسائي عن قتيبة، كلاهما عن مالك به. انظر الزرقاني على الوطأ ج 4/325

- 25 -

اور غیر مقلدین کے ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر ثقةماموناً اور ثبت کو ایک ہی درجہ کی تعدیل بتائی ہے (التحدیث فی علوم الحدیث صفحہ :٢٨٢)۔اسکین ملاحظہ فرمائے:

التحديث في علوم الحديث

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

انچارج سیرت چیئر
اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

سراج الاسلام حنیف

نظرثانی

نگہت یاسمین ہاشمی

مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

علوم حدیث ٢٨٢

والحكم فى المراتب الاربعة هذه انه لا يحتج بواحد من اهلها ولا يستشهد به ولا يعتبربه۔(١٥)

۵۔ وہ الفاظ جن میں حجت و دلیل نہ بنانے یا اس سے ملتے جلتے مفہوم کی تصریح ہو' جیسے:

فلان لا يحتج به' ضعفوه' مضطرب الحديث' له مناكير' منكرالحديث اور ضعيف وغيره۔(١٦)

٦۔ نرم ترین جرح: وہ الفاظ جو تساہل پر دلالت کریں' جیسے:

فيه مقال' ضعف' ليس بذلک ليس بالقوى' ليس بالحجة' ليس بالمتين' لين الحديث وغيره۔(١٧)

ان آخری دو قسموں کی روایات لکھی تو جائیں گی مگر ان کو دلیل و حجت نہیں بنایا جائے گا بلکہ ان سے اعتبار یعنی شاہد و تابع کی تحقیق کا کام لیا جائے گا۔ (١٨)

٢۔ تعدیل

تعدیل کے مراتب جاننے بھی ضروری ہیں کیونکہ تعدیل بھی کبھی ہلکی اور کبھی بھاری ہوتی ہے اور اس سے بھی احادیث کے درجے متفاوت ہو جاتے ہیں' تعدیل کے مندرجہ ذیل مراتب و درجات ہیں۔

ا۔ تعدیل کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ ایسے الفاظ میں تعدیل کی جائے جو ثقاہت و اعتماد میں مبالغہ پر دلالت کرتے ہیں۔

ارفعها عندالمحدثين الوصف بما دل على المبالغة او عبر عنه بافعل كاوثق الناس' و اضبط الناس' واليه المنتهى فى التثبت' ولا اعرف له نظيرا فى الدنيا۔(١٩)

٢۔ وہ الفاظ جو ثقاہت و اعتماد کے بیان میں مکرر لائے جائیں' جیسے:

ثقة' ثقة ثبت ثبت وغيره۔(٢٠)

٣۔ وہ الفاظ جو بغیر تاکید ثقاہت پر دلالت کریں' جیسے:

ثقة مامون' ثبت' حجة اور صاحب حديث وغيره۔(٢١)

معلوم ہوا کہ یہاں پر کفایت صاحب نے جھوٹ بولا ہے کہ ابن خصیفہؒ کی اعلی درجہ کی تعدیل صرف اور صرف امام ابن سعدؒ سے ملتی ہے۔

(۳) امام یحیی بن معینؒ (المتوفی ۲۳۳ھ) کا قول:

1 : امام اسحق بن منصورؒ (المتوفی ۲۵۱ھ) فرماتے ہیں کہ " قال اسحق بن منصور عن یحیی بن معین : یزید بن خصیفه ثقة " امام یحیی بن معینؒ المتوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہا ابن خصیفہؒ ثقہ ہیں۔ (کتاب الجرح والتعدیل جلد :۹ صفحہ :۲۷۴)

2 :ابن طہمانؒ (المتوفی ۲۸۴ھ) بھی یہی کہتے ہیں کہ " قال ابن طهمان عن یحیی بن معین : یزید بن خصیفه ثقة "ابن معینؒ نے ابن خصیفہ کو ثقہ کہا ہے۔ (سوالات ابن طہمان رقم ۹۳۷۴)

اسی طرح حافظ مزیؒ (المتوفی ۷۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ۔۔قال احمد بن سعد بن ابی مریم عن یحیی بن معین ثقة حجة۔

3 : امام احمد بن سعد بن مریم (المتوفی ۲۵۳ھ) کہتے ہیں کہ ابن معینؒ نے ابن خصیفہؒ کو ثقہ اور حجت قرار دیا ہے۔ (تہذیب الکمال جلد :۳۲ صفحہ :۱۷۳)

اعتراض :کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ یہ قول بے سند ہے۔

الجواب نمبرا :اہل حدیث مسلک کے محدث مولانا ارشاد الحق اثری صاحب خود کفایت اللہ صاحب کے مقدمے میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔۔البتہ یہ ناکارہ یہ بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ علامہ مزیؒ ہوں یا علامہ ابن الجوزیؒ ہوں یا علامہ ذہبیؒ ہوں وہ اگر ائمہ محدثین (جن میں ابن معینؒ بھی شامل ہیں ان) سے کوئی نقد وجرح نقل کرے یا کسی کی توثیق نقل کرے اور ان کے یہ نقل کردہ اقوال اگر متداول کتابوں میں نہیں ملتے (یعنی ان کی اپنی کتابوں میں نہیں ملتے ہوں) تو بلا وجہ ان سے انکار درست نہیں۔اس انکار کا منطقی نتیجہ ہے کہ ہم علامہ مزیؒ سے زیادہ محطاط ہیں اور انہوں نے بلا ثبوت ان اقوال کا انتساب ائمہ کرام کی طرف کرکے جرم کا اعتراف کیا ہے،یہ بے اعتمادی بلکہ قرآنی زبان میں "ان بعض الظن اثم" کا مصداق ہے۔(انوار البدر صفحہ :۳۳)

معلوم ہوا کہ ان ائمہ رجال ،امام مزیؒ امام ذہبیؒ کا کسی کی جرح نقل کرنے پر اصل کتاب میں نہ ہونے کی وجہ سے اس کا انکار کردینا محض ائمہ رجال امام مزیؒ اور امام ذہبیؒ پر بے اعتمادی اور بد ظنی ہے۔لہذا کفایت صاحب سے گذارش ہے کہ وہ ان ائمہ کرام پر بے اعتمادی کو کم سے کم عوام کے سامنے ظاہر نہ کریں۔

نیز ابن معینؒ کا کوئی قول ابن خصیفہؒ کی تضعیف میں نہیں ہے ،تو پھر اہل حدیث مسلک کے اصول کی روشنی میں ہی کفایت اللہ صاحب کو یہ اعتراض کرنے کا حق ہی نہیں ہے ،الغرض یہ اعتراض باطل و مردود ہے۔

نوٹ : امام مزیؒ کے پہلے اور بعد بھی ائمہ جرح وتعدیل نے ابن معینؒ کا یہ قول نہ صرف یہ کہ نقل کیا ہے بلکہ اسے یحیی بن معینؒ سے ثابت مانا ہے ،چنانچہ:

۱:امام عبد الغنی بن عبد الواحد المقدسیؒ(المتوفی ۶۰۰ھ)

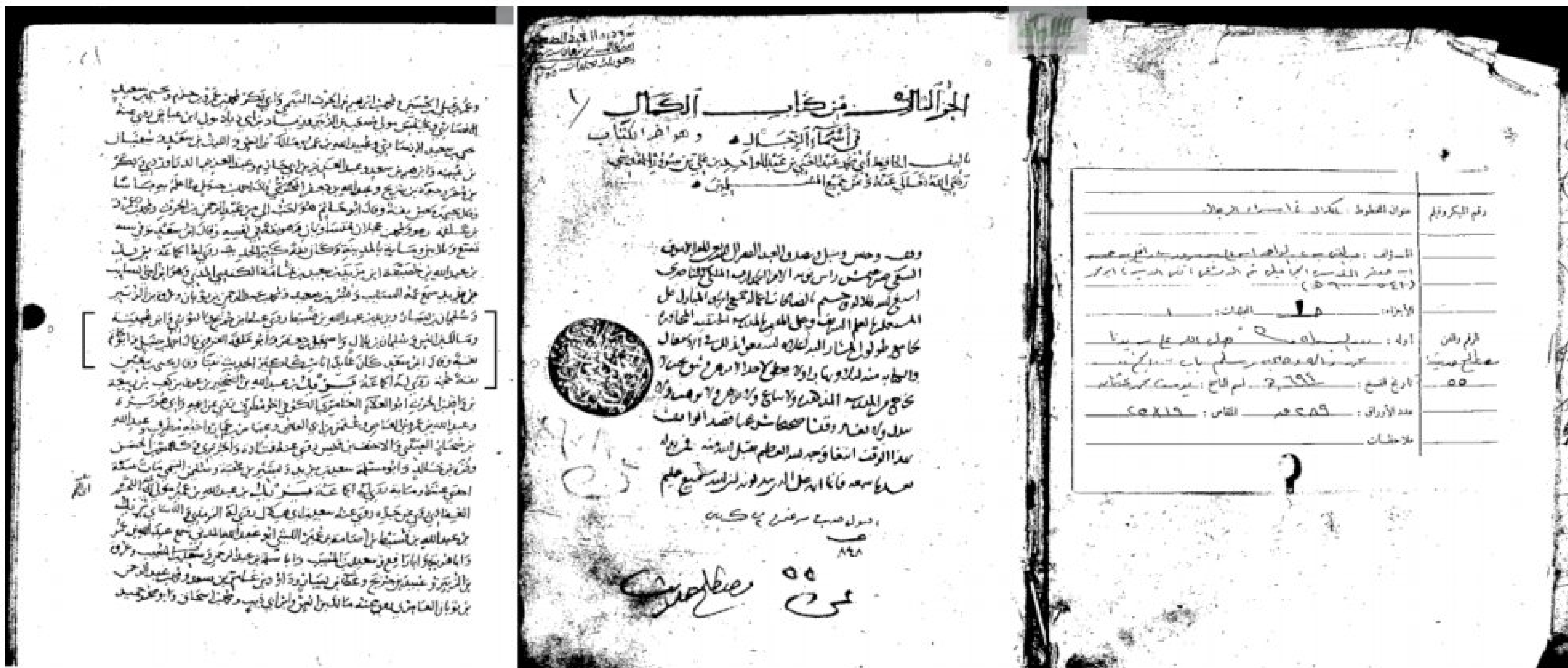
۲:امام ابن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ)

۳:امام ابن حجر عسقلانیؒ(المتوفی ۸۵۲ھ)

۴ : امام عینیؒ(المتوفی ۸۵۵ھ)

(الکمال فی اسماء الرجال للمقدسی جلد :۲ صفحہ :۲۴۳ مخطوطہ ،التکمیل فی الجرح والتعدیل لابن کثیرؒ جلد :۲صفحہ :۷۴،۳۴۷ہدی الساری مقدمہ فتح الباری صفحہ : ۴۵۱،مغاني الأخيار في شرح أسامي رجال معاني الآثار: جلد:۳:صفحہ ۲۳۷)

اسکین: الکمال فی اسماء الرجال للمقدسی جلد :۲ صفحہ :۲۴۳ مخطوطہ



معلوم ہوا کہ اس قول کی کوئی نہ کوئی سند موجود ہے۔

الجواب نمبر۲: ابن معینؒ کے اس قول کی تائید ان کے ایک اور قول سے ہوتی ہے چنانچہ حافظ ابن محرزؒ فرماتے ہیں کہ **سمعت يحيى وقيل له ايما احب اليک يزيد بن عبد الله بن خصيفه او محمد بن عمر بن علقمه فقال يزيد و زيد اعلاهما** میں نے یحییؒ سے سنا ؛کہ ان سے کہا گیا کہ آپ کو یزید بن خصیفہؒ اور محمد بن عمر بن علقمہؒ میں سے کون زیادہ محبوب ہے ؟تو انہوں نے فرمایا یزید۔اور یزید ان دونوں اعلی ہیں۔(معرفۃ الرجال بروایت ابن محرزؒ جلد ؛۱ صفحہ : ۱۱۶)

غور فرمایئے ! ابن معینؒ کا یزید بن خصیفہؒ کا نام لینا اور کہنا کہ وہ محمد بن عمر بن علقمہ سے اعلی ہیں یہ صاف بتلا رہا ہے کہ یزید بن خصیفہؒ ثقہ ہی نہیں بلکہ حجت اور مضبوط ہیں۔کیونکہ محمد بن عمر بن علقمہؒ (المتوفی ۱۴۵ھ) صحیحین کے راوی ہیں اور خود امام الجرح والتعدیل یحیی بن معینؒ فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ ہیں،اور ابن معینؒ کے چار چار شاگردوں نے ان سے یہ بات نقل کی ہے (سوالاتِ ابن طہمان رقم :۲۴،معرفۃ الرجال بروایت ابن محرزؒ جلد :۱صفحہ:۱۰۷،تاریخ ابن ابی خثیمہ جلد :۲صفحہ :۱۲۳،الکامل لابن عدیؒ جلد :۷ صفحہ ج۴۵۶)

الغرض جب محمد بن عمر بن علقمہؒ ثقہ ہیں تو پھر امام ابن معینؒ کا سوالات کے جواب میں یزید کہنا اور پھر یزید بن خصیفہؒ کو محمد بن عمر سے اعلی بتانا یہ صاف طور سے دلالت کر رہا ہے کہ ان کے نزدیک یزید بن خصیفہؒ ثقہ ہی نہیں بلکہ اس سے اعلی حجت اور مضبوط ہیں ۔

معلوم ہوا کہ اس سے اس قول کی بھی تائید ہوتی ہے جسے احمد بن سعد بن مریمؒ نے روایت کیا ہے۔

نوٹ : نیز ابن خصیفہؒ کے ثقہ ، مضبوط اور حجت ہونے کی تائیدامام ابن معینؒ کے ایک تیسرے قول سے بھی ہوتی ہے ،چنانچہ امام ابن معینؒ سے پوچھا گیا کہ :**وقیل لہ ایما اکثر محمد بن اسحاق او محمد بن عمرو ؟محمد بن عمر احب الی منہ** کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ کو محمد بن اسحاقؒ اور محمد بن عمرؒو میں سے کون زیادہ محبوب ہے ؟تو ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ مجھے محمد بن عمر ان سے زیادہ محمود ہیں۔(تاریخ یحیی بن معینؒ بروایت الدوری رقم:۱۰۵۶،معرفۃ الرجال بروایت ابن محرزؒ جلد :۱ صفحہ :۵۷۸ ولفظہ)

اور محمد بن اسحٰقؒ المتوفی ۱۵۰ھ کے بارے میں خود ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ :**ابن اسحق ثبت فی الحدیث**(ابن اسحٰقؒ حدیث میں مضبوط ہیں) ۔ (تاریخ بغداد جلد :۱ صفحہ :۲۴۶)

الغرض **جب محمد بن اسحٰقؒ ابن معینؒ کے نزدیک حدیث میں مضبوط ہیں تو ابن معینؒ ہی کے نزدیک محمد بن عمرو بن علقمہؒ ان سے زیادہ محبوب ہیں یعنی مضبوط ہیں اور پھر امام ابن معینؒ ہی کے نزدیک محمد بن عمرو بن علقمہ سے زیادہ محبوب یزید بن خصیفہؒ ہیں یعنی ابن معینؒ کے نزدیک ابن خصیفہ محمد بن عمرو بن علقمہ سے زیادہ حدیث میں ثبت اور مضبوط ہیں ۔**

تو یہ قول بھی صاف طور سے بتا رہا ہے کہ یزید بن خصیفہؒ ابن معینؒ کے نزدیک ثقہ ہی نہیں بلکہ حجت اور مضبوط ہیں۔لہذا کفایت صاحب کا اعتراض ہی مردود ہے۔

نوٹ : کفایت صاحب کہتے ہیں کہ ابن محرزؒ مجہول ہیں ،لیکن صحیح بات یہ ہے کہ محدثین کے اصول کے مطابق وہ مجہول نہیں بلکہ مقبول ہیں۔[19]

(۴) **امام احمد بن حنبلؒ کا قول :** امام اثرمؒ نے امام احمد بن حنبلؒ کا قول نقل کیا ہے کہ (امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ)یزید بن خصیفہؒ ثقہ ہیں ثقہ ۔(کتاب الجرح والتعدیل جلد :۹ صفحہ :۲۷۴)

اعتراض : کفایت صاحب نے محض تعصب کی وجہ سے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ مکرر لفظ کی زیادتی صرف ایک مخطوطے میں ہے دیگر میں ایسا نہیں ہے۔

الجواب : خود مسلک اہل حدیث کے ڈاکٹر وصی اللہ عباسی صاحب کہتے ہیں کہ امام اثرمؒ نے امام احمد بن حنبلؒ (المتوفی ۲۴۱ھ) سے نقل کیا ہے کہ (امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ)یزید بن خصیفہؒ ثقہ ہیں ثقہ۔(حاشیہ معرفۃ الرجال للامام احمد بن حنبلؒ بروایت عبداللہ تحقیق وصی اللہ عباس جلد :۲ صفحہ :۴۹۰)

---

[19] دیکھئے ص ۳۳

معلوم ہوا کہ خود اہل حدیث عالم نے اس زیادتی کو قبول کیا ہے ،لیکن کفایت صاحب محض اپنے مسلک کی بیجا تائید میں اس کا انکار کر رہے ہیں۔

کفایت صاحب کی دوغلی پالیسی :

مختصر طور پر کفایت صاحب کی دوغلی پالیسی ملاحظہ فرمائیں :کفایت صاحب نے امام اثرمؒ کے نقل کردہ قول پر اعتراض کیا ہے کہ ثقہ کے مکرر لفظ کی زیادتی صرف ایک ہی مخطوطے میں ہے اور اس کو قبول نہیں کیا،حالانکہ امام اثرمؒ کا قول مطبوعہ اور مخطوطہ دونوں کتابوں میں موجود ہے۔لیکن کفایت صاحب بڑے زور وشور سے کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے یزید بن خصیفہؒ کو منکر الحدیث کہا ہے۔اور لکھتے ہیں کہ اس قول کو امام احمد سے امام ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے اور ان سے ابوعبید الآجریؒ نے ،پھر انہی کی کتاب سے امام مزیؒ نے نقل کیا ہے۔ (مسنون رکعات تراویح صفحہ ۴۷)

جبکہ سوالاتِ ابو عبید الآجری میں یہ قول ہے ہی نہیں ،نہ مطبوعہ میں اور نہ ہی مخطوطہ میں ،لیکن پھر بھی اس سے دلیل پکڑرہے ہیں **"اپنامن پسند قول آیا تو اسے قبول کیا حالانکہ وہ نہ کتاب میں ہے نہ مخطوطے میں ،لیکن جب ہمارا قول آیا جوکہ کتاب میں بھی ہے اور ایک مخطوطے میں بھی اس کو قبول نہیں کیا"۔یہ دوغلی پالیسی نہیں تو اور کیا ہے ؟؟**

پھر منکر الحدیث کے خلاف امام عبد اللہ بن احمدؒ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ میں یزید بن خصیفہؒ کے بارے میں خیر ہی جانتا ہوں (اچھا ہی جانتا ہوں)(علل امام احمد بروایت عبداللہ رقم:۳۲۳۲)یہ قول بتارہا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ سے ابن خصیفہؒ کے بارے میں صرف توثیق ہی ثابت ہے۔کیونکہ جب امام احمدؒ یزید بن خصیفہؒ کے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں تو پھر وہ منکر الحدیث کیسے ہو سکتے ہیں؟؟

شبہہ : ممکن ہے کہ کفایت صاحب اپنے مسلک کے تعصب میں کہیں کہ ہو سکتا ہے کہ امام مزیؒ کے پاس جو سوالاتِ ابوعبید الآجریؒ کا نسخہ تھا اس میں یہ قول موجود ہو جیسا کہ موصوف نے یزید ابن معاویۃ کے مسئلۃ میں امام بخاریؒ کی جرح کا دفاع کرتے ہوئے کہا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہماراقول جو کہ امام اثرمؒ نے روایت کیا ہے امام ابن ابی حاتمؒ نے نقل بھی کیا ہے اورالجرح والتعدیل کے ایک مخطوطے میں بھی موجود ہے ،لیکن پھر بھی کفایت صاحب اس کا انکار محض اس لیے کررہے ہیں کہ ان کے مسلک کے خلاف ہے۔یہ کھلا مسلکی تعصب نہیں تو اور کیا ہے ؟؟

اور مخطوطے کے اضافے کے سلسلے میں خود کفایت اللہ صاحب زبیر علی زئی کو امام بخاریؒ کی ایک جرح کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ "امام ابن کثیرؒ کا قول امام بخاریؒ کی تاریخ الاوسط میں ہے لیکن اصل کتاب میں والحدیث معلول "(حدیث کے معلول ہونے کے)الفاظ نہیں ہیں تو عرض ہے کہ اس کا زیادہ سے زیادہ مطلب یہ ہوا کہ "تاریخ الاوسط "کے بعض نسخوں میں یہ عبارت ناقص ہے ،اور امام ابن کثیرؒ کے سامنے جو تاریخ الاوسط کا نسخہ تھا اس میں یہ عبارت مکمل تھی اور نسخوں میں اختلاف عام بات ہے۔آج بھی مخطوطات کی تصدیق کے وقت کے دیگر نسخوں سے ناقص عبارتوں کو مکمل کیا جاتاہے ،بلکہ دیگر اہل علم کے منقولات سے بھی نسخوں کی ناقص عبارتیں درست کی جاتی

ہیں۔لہذا ابن کثیرؒ کے سامنے جو نسخہ تھا اس نسخے میں یہ قول مکمل تھا اور بعض دیگر نسخوں میں یہ قول ناقص ہے۔لہذا تمام نسخوں کو دیکھتے ہوئے یہ عبارت مکمل ہو گی اور حجت ہوگی۔(حدیث یزید محدثین کی نظر میں صفحہ :۲۸)[20]

جب کفایت صاحب کے نزدیک ابن کثیرؒ کی یہ عبارت تمام نسخوں کو دیکھتے ہوئے مکمل اور حجت ہے تو انہیں کے اصول میں امام احمد بن حنبلؒ کی عبارت (ثقہ ہیں ثقہ)بھی حجت ہوگی۔لہذا کفایت صاحب کا اعتراض ان کے اپنے ہی اصول کی روشنی میں باطل ہے۔اور کفایت صاحب کا امام احمد بن حنبلؒ کے قول کا انکار محض مسلکی تعصب ہے۔

الجواب:۲ مزید اگر بقول غیر مقلدین منکر الحدیث کی جرح مان لیں تو خود اہل حدیث علماء نے صراحت کی ہے کہ "امام احمد بن حنبلؒ راوی کے تفرد کے اعتبار سے منکر کا اطلاق کرتے ہیں'، جس کی تفصیل آگے آرہی ہیں۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ المتوفی ۸۵۲ھ امام خصیفہؒ پر امام احمدؒ کی اسی جرح کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ " **قلت هذه اللفظة يطلقها احمد على من يغرب على اقرانه بالحديث عرف ذلك بالاستقراء من حاله وقد احتج بابن خصيفة مالك والائمة كلهم**"میں کہتا ہوں کہ یہ لفظ جس کو امام احمد بن حنبلؒ نے نقل کیا ہے ایسے شخص پر جو اپنے زمانے میں غریب الحدیث ہو۔(بشرطیکہ اس کے غریب ہونے کا حال برقرار رہے۔بے شک ابن خصیفہؒ سے امام مالکؒ اور تمام ائمہ نے احتجاج کیا ہے) ۔ (ھدی الساری مقدمہ فتح الباری صفحہ :۴۵۳) لہذا جب امام احمدؒ راوی کے تفرد پر منکر کا اطلاق کرتے ہیں تو یہاں بیس رکعت تراویح کے سلسلے میں ابن خصیفہؒ منفرد ہی نہیں بلکہ ان کے چھ چھ متابعات بھی موجود ہیں۔اس لحاظ سے بھی امام احمد بن حنبلؒ کی جرح سے ابن خصیفہؒ کی روایت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس کے برعکس محمد بن یوسفؒ گیارہ رکعت کی روایت میں اکیلے ہیں اور ان کا کوئی متابع بھی نہیں ہے۔الغرض ان ساری تفصیلات سے معلوم ہوا کہ امام احمدؒ نے یزید بن خصیفہؒ کی زبردست توثیق کی ہے اور ان کے قول منکر الحدیث سے ان کا کمزور ہونا ثابت نہیں ہوتا۔واللہ اعلم

اعتراض : کفایت صاحب امام احمدؒ کے منکر الحدیث کے بارے میں بحوالہ الکامل لابن عدی کہتے ہیں کہ "بعض اہل علم کا یہ کہنا کہ امام احمدؒ نے یہاں منکر سے منفرد حدیث بیان کرنے والا مراد لیا ہے یہ بے دلیل اور بے قرینہ ہے۔" (مسنون رکعات تراویح :ص۷۲)

الجواب : اول تو کفایت صاحب سے گزارش ہے کہ وہ الکامل کے حوالے کو مع سند و متن نقل کریں۔

دوم یہ اعتراض ہی باطل و مردود ہے جس کی تفصیل کے لیے دیکھیے **ص :۲۹۔**

(۵) **امام ابوحاتمؒ المتوفی ۲۷۷ھ** فرماتے ہیں کہ یزید بن خصیفہؒ ثقہ ہیں۔ (کتاب الجرح والتعدیل جلد:۹ صفحہ : ۲۷۴)

(۶) **امام ابن حبانؒ المتوفی ۳۵۴ھ** نے یزید بن خصیفہؒ کو کتاب الثقات میں شمار کیا ہے۔ (کتاب الثقات جلد:۷ صفحہ :۶۱۶)

---

[20] اس کا اسکین ص:۵۲ پر موجود ہے۔

(۷) **امام ابن حجر عسقلانیؒ المتوفی ۸۵۲ھ** نے بھی ابن خصیفہؒ کو ثقہ کہا ہے۔ (تقریب التھذیب رقم ۷۷۳۸)

یزید بن خصیفہؒ پر کفایت صاحب کے اعتراضات کے جوابات :

اعتراض نمبر۱ : کفایت صاحب کہتے ہیں امام احمدؒ نے یزید بن خصیفہ کو منکر الحدیث کہا ہے۔

الجواب : امام احمدؒ منکر کا اطلاق راوی کے منفرد ہونے پر کرتے ہیں اور بیس رکعات تراویح کی روایت میں یزید بن خصیفہؒ منفرد نہیں ہیں لہذا یہاں پر امام احمدؒ کی جرح سے یزید بن خصیفہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا اور امام احمدؒ سے ہی ابن خصیفہؒ کی زبردست توثیق ثابت ہے جس کی تفصیل اوپر گزر چکی۔

اعتراض نمبر۲: کفایت صاحب لکھتے ہیں کہ امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ یزید جب اپنے حافظے سے بیان کرتے ہیں تو بہت وہم کا شکار ہوتے ہیں ۔(مسنون تراویح صفحہ :۷۴)

الجواب نمبر۱ : امام ابن حبانؒ نے ابن خصیفہؒ کو اپنی کتاب الثقات میں شمار کیا ہے دیکھیے (کتاب الثقات جلد ؛۷صفحہ ؛۶۱۶) معلوم ہوا کہ امام ابن حبانؒ سے جرح وتعدیل دونوں مروی ہے۔ مگر اہل حدیث مسلک کے ابو خرّم شھزاد صاحب کہتے ہیں کہ 'اگر کسی محدث کے ایک ہی راوی کے بارے میں دو مختلف قول ہیں تو اس محدث کے دونوں قول آپس میں ساقط ہوجائیں گے یا جمہور کے موافق جو قول ہوگا وہ لےلیاجائے گا اور دوسرا قول کو چھوڑدیاجائے گا۔(کتاب الضعفاءوالمتروکین: ج۱ : ص ۹۰) لہذا خد اہل حدیث مسلک کے اصول کی روشنی میں یا تو ابن حبانؒ کے دونوں باتیں ساقط ہوجائیں گے یا ان کی توثیق کو ہی لیاجائے گا،کیونکہ جمہور نے یزید بن خصیفہؒ کی توثیق کی ہے۔الغرض اب کفایت صاحب کے پاس سوائے ہاتھ ملنے کے کچھ نہیں بچتا کیونکہ وہ اب ابن حبانؒ کی جرح پیش نہیں کر سکتے۔

الجواب نمبر۲: خود کفایت اللہ صاحب کہتے ہیں کہ ابن حبانؒ جرح میں متعصب ہیں لہذا ثابت شدہ صریح توثیق کے مقابلے میں ان کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔(انوار البدر صفحہ : ۱۲۷) الغرض کفایت صاحب کے اصول کے مطابق یہاں ابن حبانؒ کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے،اور یہی وجہ ہے کہ امام ابن قطانؒ المتوفی ۶۲۸ھ فرماتے ہیں کہ یزید بن خصیفہؒ بغیر کسی اختلاف کے ثقہ ہیں (بیان الوہم ؛جلد ؛ ۵صفحہ ؛۲۹۸)معلوم ہوا کہ امام ابن قطانؒ کے نزدیک بھی امام احمدؒ اور امام ابن حبانؒ کی جرح صحیح نہیں ہے۔

آخری سہارا : کفایت صاحب کہتے ہیں کہ امام ذہبیؒ نے ابن خصیفہؒ کو اپنی ضعفاء کی کتاب میزان میں نقل کیا اور امام احمد سے منکرالحدیث ہونے نقل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے قول پر کوئی تعاقب نہیں کیا ہے۔معلوم ہوا کہ امام ذہبیؒ انہیں ثقہ ثقہ کہنے ساتھ ساتھ ان کے حافظے پر کلام کو تسلیم کرتے ہیں۔

الجواب : اگر کفایت صاحب اپنے اصول کے پابند ہیں تو صحیح بخاری کے ایک راوی ابو الیسع البصریؒ ہیں،ان کو حافظ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں ذکر کیاہے اور ایک توثیقی کلمہ بھی انھوں نے نقل نہیں کیا ہے۔(میزان الاعتدال ؛جلد ؛۱،صفحہ :۱۷۶)

اب کفایت صاحب کیا یہ کہ سکتے ہیں کہ یہ راوی امام ذہبیؒ کے نزدیک ضعیف ہے۔جو جواب اسکے متعلق آپ دیں گے وہی جواب ہمارا بھی ابن خصیفہؒ کے بارے میں ہوگا۔

خلاصہ کلام۔۔۔یہ ہے کہ یزید بن خصیفہؒ ثقہ ہی نہیں بلکہ اعلی درجے کے ثقہ ہیں۔جیسا کہ محدثین کی نے فرمایا ہے۔

امام احمدؒ کے نزدیک منکر الحدیث کا مطلب

امام احمد بن حنبلؒ المتوفی (۲۴۱ھ) جب ثقہ راوی کو منکر الحدیث یا اس کی روایت کو منکر کہیں تو ان کے نزدیک راوی کا تفرد مراد ہوتا ہے ،لیکن اپنے مسلک کی بے جا تائید میں کفایت اللہ صاحب کہتے ہیں کہ بعض اہل علم کا یہ کہنا کہ امام احمدؒ نے یہاں منکر سے منفرد حدیث بیان کرنے والا مرادلیا ہے،بے دلیل اور بے قرینہ ہے۔(مسنون تراویح)

الزامی جواب : کفایت صاحب کے فتوی کی روشنی میں معلوم ہوا کہ خود غیر مقلدین علماء بے دلیل بات کرتے ہیں۔کیونکہ۔۔۔۔

۱۔اہل حدیث محدث ارشاد الحق اثری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجرؒ نے بھی تصریح کی ہے کہ امام احمدؒ تفرد راوی (راوی کے اکیلے ہونے)پر منکر کا اطلاق کرتے ہیں ،جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔(توضیح الکلام صفحہ ;۴۷۳)

۲:اہل حدیث محقق حافظ شاہد محمود صاحب لکھتے ہیں کہ۔۔۔کیونکہ امام احمدؒ عموما منکر کا اطلاق راوی تفرد پر کرتے ہیں۔(دوام حدیث صفحہ ;۵۵۴)

۳: کفایت اللہ صاحب کے 'امیر المومنین فی اسماء الرجال' اور ذہبی زماں شیخ یحیٰ المعلمیؒ اور

۴ : شیخ البانیؒ نے بھی یزید بن خصیفہ کے بارے میں امام احمدؒ کے قول" منکر الحدیث "کا مطلب تفرد لیا ہے (تفرد یعنی اس روایت کو بیان کرنے میں وہ تنہاء ہیں)۔دیکھئے (آثار الشیخ المعلمی ج /۱۳، ص۲۶، ممن تکلم فیہ لخطئہ فی حدیث،صلاۃ التراویح للالبانیؒ)

لہذا کفایت صاحب کے فتوے سے تو ان کے اپنے محدث اور محقق بھی نہیں بچتے اور بے دلیل بات کرنے والے ثابت ہوتے ہیں۔

تحقیقی جواب : کفایت صاحب کا یہ اعتراض دلائل کی روشنی میں مردود ہے ،پہلے سلف کے کچھ حوالے ملاحظہ فرمائیں ،کہ جب امام احمد بن حنبلؒ منکر الحدیث کا اطلاق کرتے ہیں تو کیا مراد ہوتا ہے ؟

امام ابن رجبؒ المتوفی ۷۹۵ھ فرماتے ہیں کہ۔۔۔**قال الامام احمد ﷫ ’’لیس بالمنکر ،لانہ قدوافقہ علی بعضہ غیرہ‘‘ لان قاعدتہ: أن ما انفرد بہ ثقۃ فانہ یتوقف فیہ حتی یتابع علیہ فان توبع علیہ زالت نکارتہ خصوصا ان کان الثقۃ لیس بمشتھر فی الحفظ والاتقان وھذہ قاعدۃ یحیی القطان وابن المدینی وغیرھما۔**

امام احمدؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ جس حدیث میں ثقہ منفرد ہو تو اس میں توقف کیا جائیگا متابع کے ملنے تک۔اگر متابع مل جاتا ہے تو اس کا منکر ہونا ختم ہوجاتا ہے خاص طور سے اگر ثقہ حافظ اور مضبوط ہونے میں مشہور نہ ہو ،اوریہی ابن قطانؒ اور ابن المدینیؒ وغیرہ کا قاعدہ ہے۔ (فتح الباری لابن رجبؒ جلد :۴ صفحہ :۱۷۴)

۲:امام بقائیؒ المتوفی ۸۸۵ھ (جو کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے شاگرد ہیں)فرماتے ہیں کہ۔۔۔مااطلقہ البردیجی موجود فی کلام احمد علیہ السلامفانہ یصف بعض ماتفرد بہ بعض الثقات بالمنکر ،ویحکم علی بعض رجال الصحیحیین ان لھم مناکیر ،لکن یعلم من استقراء کلامہ انہ لابد مع التفرد من ان ینقدح فی النفس ان لہ علۃ۔

امام بردیجیؒ المتوفی ۳۰۱ھ نے جو حکم لگایا ہے وہ امام احمدؒ کے کلام میں موجود ہے اس لئے کہ وہ بعض ایسی حدیثوں پر منکر ہونے کا حکم لگاتے ہیں جن کے روایت کرنے میں کوئی ثقہ راوی منفرد ہو ، صحیحیین کے بعض راویوں کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ ان کی کچھ حدیثیں منکر ہیں لیکن ان کی تمام باتوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تفرد کے ساتھ ساتھ کوئی ایسی علت بھی ہوتی ہے جو دل میں کھٹکتی ہے مگر اس پر کوئی دلیل نہیں ہوتی ،جیساکہ شاذ کے بارے میں امام احمدؒ کا قول گذرا۔(النکت الوافیہ جلد :۱صفحہ ؛۴۶۷)

۳:امام ابن حجر عسقلانیؒ المتوفی ۸۵۲ھ یزید بن خصیفؒ امام احمد بن حنبلؒ کی جرح "منکر الحدیث "کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔قلت ھذہ اللفظۃ یطلقھا احمد علی من یغرب علی اقرانہ بالحدیث عرف ذلک بالاستقراء من حالہ۔

امام احمدؒ نے ان کے بارے میں کہا کہ وہ منکر الحدیث ہیں ،میں کہتا ہوں کہ وہ اس لفظ "منکر الحدیث "کا استعمال اس راوی کے لئے کرتے ہیں جو اپنے ساتھیوں سے الگ حدیث بیان کرتا ہو یہ چیز اس کی تمام روایتوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔(ہدی الساری مقدمہ فتح الباری صفحہ ۴۵۳)

اسی طرح حافظؒ ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔۔قلت المنکر اطلقہ احمد بن حنبل و جماعۃ علی الحدیث الفرد الذی لا متابع لہ۔ میں کہتا ہوں کہ امام احمدؒ اور اصحاب حدیث کی جماعت منکر کا اطلاق ایسی منفرد حدیث پر کرتے ہیں جسکا کوئی متابع نہ ہو۔ (ہدی الساری مقدمہ فتح الباری صفحہ ؛۴۳۷)

معلوم ہو اکہ جب ثقہ اپنی روایت میں منفرد ہو تو سلف کے نزدیک امام احمدؒ اس پر منفرد ہونے کا اطلاق کرتے ہیں ،کم سے کم یہ بات ان لوگوں کو ماننا تھا جو اپنے آپ کو سلفی کہتے ہیں اور سلف کے منہج کو ماننے کا دعوی کرتے ہیں۔

کچھ دلائل بھی ملاحظہ فرمائیں۔۔

۱:امام ابو بکر المروزی المتوفی ۲۷۵ھ فرماتے ہیں کہ۔۔قلت لابی عبد اللہ :فعبد الرحمن بن اسحق کیف ھو؟قال أما ما کتبنا من حدیثہ فقد حدث عن الزھری بأحادیث کأنہ أراد تفرد بھا ،ثم ذکر حدیث محمد بن جبیر فی الحلف۔حلف المطیبین۔فأنکرہ أبو عبد اللہ وقال :ما رواہ غیرہ۔ میں نے امام ابو بکرؒ سے پوچھا کہ عبدالرحمن بن اسحقؒ کیسے ہیں ؟تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ جہاں تک ان کی ان حدیثوں کی بات ہے جو ہم نے ان

سے لکھی ہیں تو انہوں نے کئی حدیثیں امام زہریؒ کے حوالے سے بیان کی ہیں، گویا امام احمدؒ نے ان حدیثوں میں ان کے متفرد ہونے کو بیان کیا ہے (یعنی امام احمدؒ نے جو کچھ حدیثیں ان سے لی ہیں ان میں ان کے تفرد کو بتلانا چاہا ہے) پھر امام مروزیؒ نے محمد بن جبیرؒ کی حدیث باب حلف میں بیان کی تو امام احمدؒ نے اسے منکر کہا اور فرمایا کہ عبدالرحمن کے علاوہ کسی نے اسکو روایت نہیں کیا۔(علل و معرفۃ الرجال بہ روایت المروزی رقم:۶۱)

غور فرمایئے! عبد الرحمن بن اسحق المدنیؒ امام زہریؒ کی روایت میں منفرد ہونے کی وجہ سے امام احمدؒ نے یہاں پر ان کی روایت پر۔منکر ہونے کا اطلاق کیا ہے ،اور یہی وجہ ہے کہ شیخ بشیر علی عمر لکھتے ہیں کہ **هذا الحديث مما تفرد به عبد الرحمن بن اسحق عن الزهری ،فأنكره الامام احمد لأنه كما قال: ما رواه غيره، وهذا من اطلاق المنكر على مفردات الرواة۔**

یہ حدیث اس میں سے ہے جس میں عبدالرحمن بن اسحقؒ زہریؒ سے روایت کرنے میں منفرد ہیں اس لیے امام احمدؒ نے اسے منکر کہا کیونکہ امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ عبدالرحمن بن اسحقؒ کے علاوہ کسی نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔اور یہ مثال ان میں سے ہے جن میں امام احمدؒ نے منکر کا اطلاق راوی کے اکیلے ہونے پر کیا ہے۔(منہج الامام احمد فی اعلال الاحادیث جلد:۲صفحہ ۷۸۸)

اور یاد رہے کہ امام احمد بن حنبلؒ عبدالرحمن بن اسحق المدنیؒ کو صالح الحدیث بھی کہتے ہیں (میزان الاعتدال جلد؛۲صفحہ؛۵۴۶)امام احمدؒ ایک طرف توثیق بھی کر رہے ہیں دوسری طرف ان کی منفرد روایت کو منکر بھی کہہ رہے ہیں ،معلوم ہوا کہ جب ثقہ راوی اپنی روایت میں منفرد ہو تب امام احمدؒ اس پر منکر کا اطلاق کرتے ہیں۔

دلیل۔۲:حضرت علیؓ جب نماز کو شروع کرتے تب رفع الیدین کرتے بعد میں نہیں کرتے تھے اس روایت کے بارے میں امام عبداللہ بن احمدؒ المتوفی ۲۹۰ھ کہتے ہیں کہ میرے والد امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ " **قال عبدالله قال أبي ولم يروه عن عاصم غير أبي بكر "النهشلي "أعلمه كأنه أنكره** "۔جہاں تک میں جانتا ہوں کہ اس روایت کو عاصم سے ابو بکر النہشلی کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا ہے۔گویا انہوں نے (امام احمدؒ نے) اس روایت کو منکر قرار دیا۔(مسائل احمد بہ روایت عبداللہ رقم :۲۶۹)

یہ قول واضح طور پر بتارہا ہے کہ امام احمدؒ نے ابو بکر النھشلیؒ کی اس روایت کو اس لئے منکر کہا کیونکہ ان کے نزدیک ابو بکر النھشلی اس روایت میں اکیلے ہیں۔یہاں پر ابو بکر النھشلی کو خود امام احمدؒ نے ثقہ کہا ہے۔(**کتاب العلل و معرفۃ الرجال للامام احمد بہ روایت عبداللہ رقم ۴۳۷۱**)

نوٹ : یہ اور بات ہے کہ امام ابو بکر النھشلیؒ اس روایت میں منفرد نہیں ہیں ،اور حضرت علیؓ کی یہ روایت بلا شک و شبہہ صحیح ہے .الغرض ان ساری تفصیلا ت سے معلوم ہو اکہ امام احمد بن حنبلؒ جب ثقہ راوی کی روایت پر منکر کا اطلاق کرتے ہیں تو اس سے راوی کا تفرد مراد ہوتا ہے۔پس کفایت صاحب کا اعتراض ہی باطل و مردود ہے۔

سوال : کفایت صاحب محض مسلکی تعصب کی وجہ سے یہ جو کہتے ہیں کہ امام احمدؒ روایت پر تفرد کے اعتبار سے منکر کا اطلاق کرتے ہیں نہ کہ راوی پر۔تو آپ کے فرقہ کے محقق شاہد محمود صاحب لکھتے ہیں کہ "بلکہ امام احمدؒ تو محمد بن ابراہیم التیمیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انہوں نے منکر حدیث نقل کی ہے اور یہ (محمد بن ابراہیمؒ)بخاری اور مسلم کے اور حدیث" انماالاعمال بالنیات " کے بنیادی راوی ہیں۔ (دوام حدیث صفحہ :۵۵۴)

جب کفایت صاحب کے نزدیک امام احمدؒ صرف روایت پر تفرد کے اعتبار سے منکر کا اطلاق کرتے ہیں۔توسوال یہ ہے کہ کیا کفایت صاحب آپ کے نزدیک یہ روایت منکر ہے۔(نعوذ باللہ)جواب ضرور عنایت فرمایئے !

پس اللہ تعالی ہم سب کو حق سمجھنے اور اس کو قبول کرنے کی توفیق عطافرمائے !آمین

۲۰ رکعات تراویح پر امت کا عمل ھے۔

پہلی صدی ھجری (۱ تا ۱۰۰ھ) میں حضرت عمرؓ (م ۲۲ھ) ، حضرت ابی بن کعبؓ (م ۳۲ھ)، سائب بن یزیدؓ (م ۹۱ھ)، عبد اللہ بن سائب مخزومیؓ (بعد م ۷۰ھ)، حضرت علیؓ (م ۴۰ھ)، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ (م ۳۳ھ) وغیرہ ۲۰ رکعات تراویح کے قائل ہیں۔**(الاحادیث المختارہ:حدیث نمبر ۱۱۶۱،مسند ابن الجعد :حدیث نمبر ۲۸۲۵،طبقات الکبری لابن سعد، الطبقۃ الرابعۃ من الصحابہ:ص۱۶۰ واسنادہ حسن بالمطابعات،السنن الکبری للبیہقی:۴۲۹۲ ، واللفظ لہ،۴۲۹۱،واسنادہ حسن لغرہ ،عمدۃ القاری، ۱۱/۱۲۷، واسنادہ صحیح مرسل، مختصر قیام اللیل للمروزی،ص: ۲۲۰۔۲۲۱)** اسی طرح تابعین میں شتیر بن شکلؒ، ابو البختریؒ، علی بن ربیعہؒ، سعید بن ابی الحسنؒ (م ۱۰۰ھ) ، سوید بن غفلہؒ (م ۸۰ھ)،وغیرہ بھی ۲۰ رکعات تراویح پڑتے، پڑھاتے تھے۔**(مصنف ابن ابی شیبہ، ۵/۲۲۰۔۲۲۵، فضائل رمضان لابن ابی الدنیا ،ص: ۸۰، ۸۳، السنن الکبری للبیہقی ،۲/۶۹۹)**، **دوسری صدی ھجری (م ۱۰۱ھ تا ۲۰۰ھ) میں** عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۴ھ) ، ابن ابی ملیکہؒ (م ۱۱۷ھ)، حسن البصریؒ (م ۱۱۰ھ) وغیرہ بھی ۲۰ رکعات تراویح پڑتے، پڑھاتے تھے۔**(مصنف ابن ابی شیبہ، ۵/۲۲۰۔۲۲۵، فضائل رمضان لابن ابی الدنیا ،ص: ۸۰، ۸۳، السنن الکبری للبیہقی ،۲/۶۹۹)** اسی طرح امام سفیان الثوریؒ (م ۱۶۱ھ) اور عبد اللہ ابن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) بھی ۲۰ رکعات تراویح کے قائل ہے۔**(سنن ترمذی: ص ۱۹۷)**، **تیسری صدی ھجری (م ۲۰۱ ھ تا ۳۰۰ ھ) میں** امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ "فأماقیام شھر رمضان أحب إلی عشرون، لانہ روی عن عمر ﷺ" ۔**(کتاب الام ، صفحہ /۱۰۵، باب الوتر ، حدیث : ۲۴۷)** **چوتھی صدی ھجری (م ۳۰۱ھ تا ۴۰۰ھ) میں** امام ابو محمد عبد اللہ بن ابی زیاد عبد الرحمن القیروانیؒ (م ۳۸۶ھ) فرماتے ہیں کہ "وکان السلف الصالح یقومون فیہ فی المساجد بعشرین رکعۃ "۔**(متن الرسالۃ ، صفحہ /۷۲)** ۔۔۔۔باقی ص۶۶ موجود ہے۔

حافظ ابن محرزؒ ائمہ جرح وتعدیل کی نظر میں

امام الجرح والتعدیل یحیی بن معین بن عونؒ المتوفی ۲۳۳ھ کی مشہور کتاب معرفۃ الرجال ہے جس کو ان کے شاگرد حافظ ابو العباس احمد بن محمد بن قاسم بن محرز البغدادیؒ نے ان سے روایت کی ہے۔ اور یہ حافظ ابن محرزؒ مقبول اور صدوق راوی ہیں۔

حافظ ابو العباس احمد بن محمد بن محرزؒ کے کچھ شیوخ: حافظ احمد بن محمد بن محرزؒ نے بڑے بڑے کبار محدثین سے روایت کی ہے۔ مثلا

امام یحیی بن معینؒ (المتوفی ۲۳۳ھ)

امام احمد بن حنبلؒ (المتوفی ۲۴۱ھ)

امام علی بن المدینیؒ (المتوفی ۲۳۴ھ)

امام ابو بکر بن اَبی شیبہؒ (المتوفی ۲۳۵ھ)

امام محمد بن عبد اللہ بن نمیرؒ (المتوفی ۲۳۴ھ)

امام زہیر بن حربؒ، (المتوفی ۲۳۴ھ)

امام محمد بن جعفر الخراسانیؒ (المتوفی ۲۲۸ھ) وغیرہ سے روایت فرمائی ہے۔ دیکھئے: تاریخ بغداد جلد:۵ صفحہ:۲۸۸، معرفۃ الرجال جلد:۱ صفحہ:۱۲۱، معرفۃ الرجال جلد؛۲ صفحہ؛۳۸،۶،۱۷۶،۲۲۳،۲۱۴،۲۔

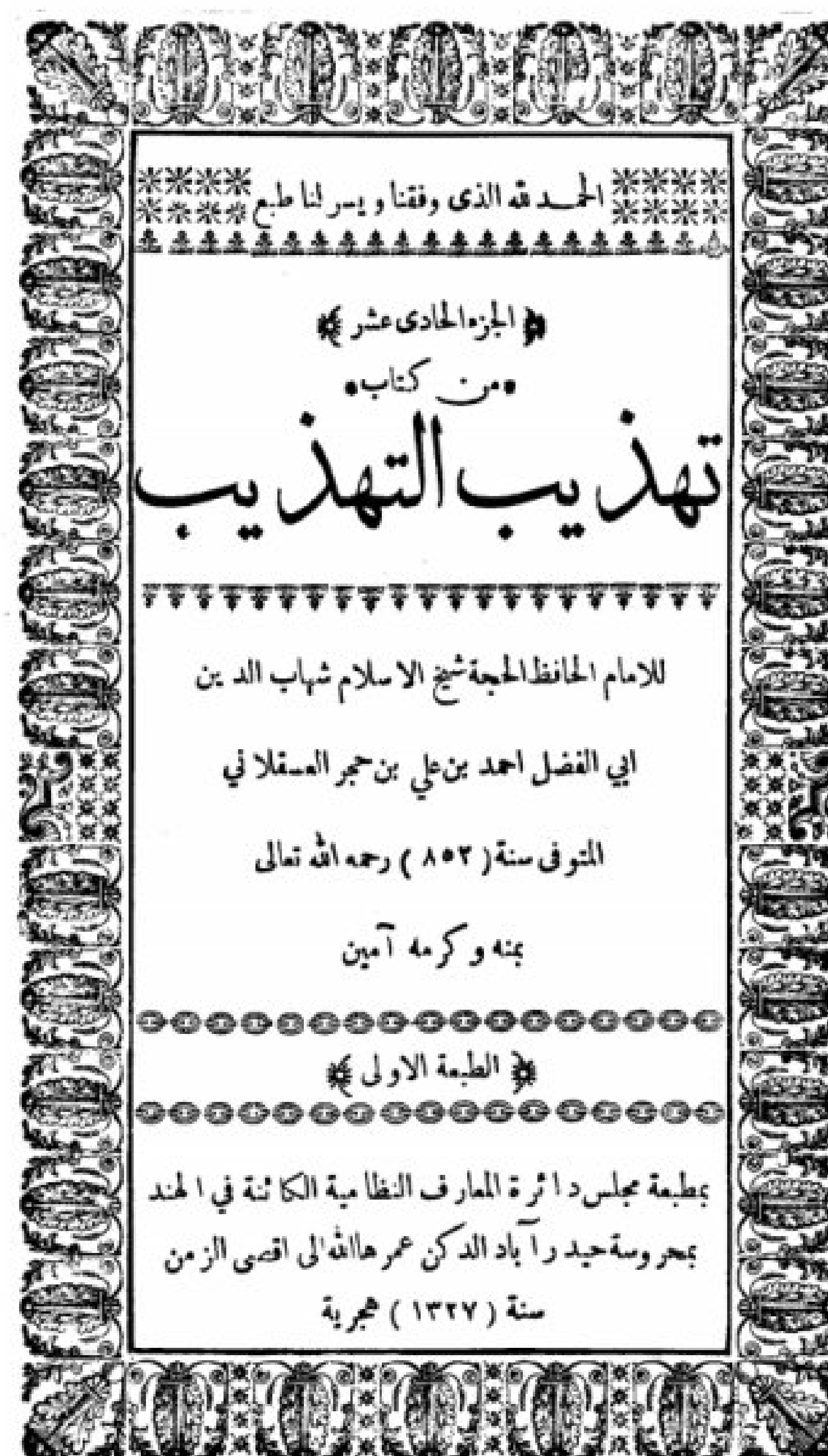
حافظ ابن محرزؒ کے کچھ تلامذہ:

۱: امام ابو الفضل جعفر بن درستویہؒ

امام ابو الفضل جعفر بن درستویہؒ امام علی بن المدینیؒ، محمد بن آدمؒ، یمان بن سعیدؒ وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ امام حاکمؒ المتوفی ۴۰۵ھ آپ کو ثقہ کہتے ہیں، محدث ابن العدیمؒ (المتوفی ۶۶۰ھ) فرماتے ہیں کہ وہ (جعفرؒ) شاعر اور فقیہ تھے۔ امام خطیب البغدادیؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ جعفر بن درستویہؒ کبار الفقہاء اور سمجھداروں میں سے ہیں۔ (توضیح المشتبہ لابن ناصر الدینؒ جلد:۴ صفحہ:۳۲، المحتقرین لابن ابی الدنیا رقم:۳۳۵، بغیۃ الطلب جلد:۳ صفحہ:۱۱۸۹، مستدرک الحاکم جلد:۲ صفحہ:۶۷۶ حدیث:۴۲۳۶، تاریخ بغداد جلد:۹ صفحہ:۴۳۵) لھذا آپؒ ثقہ ہیں،

۲: امام زکریا الساجیؒ (المتوفی ۳۰۷ھ) مشہور امام فقیہ اور ثقہ ہیں۔ (تقریب التہذیب رقم:۲۰۲۹) آپؒ بھی حافظ احمد بن محمد بن محرزؒ کے شاگرد ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ العسقلانی فرماتے ہیں کہ قال الساجی عن احمد بن محمد ھو ابن محرز عن القعنبی رأیت شابا طویلا۔ امام ساجیؒ احمد بن محمد سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابن محرزؒ ہیں۔ (تہذیب التہذیب جلد؛۱۱ صفحہ؛۲۴۳)

اسکین:


الحمد لله الذي وفقنا و يسر لنا طبع

الجزء الحادي عشر

من كتاب

تهذيب التهذيب

للامام الحافظ الحجة شيخ الاسلام شهاب الدين

ابي الفضل احمد بن علي بن حجر العسقلاني

المتوفى سنة (٨٥٢) رحمه الله تعالى

بمنه و كرمه آمين

الطبعة الاولى

بمطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند

بمحروسة حيدر آباد الدكن عمرها الله الى اقصى الزمن

سنة (١٣٢٧) هجرية

ج (١١) تهذيب التهذيب ٢٤٣ الياء - يحيى

ابن عبدالله بن خالد الهروي وغيرهم. قال الاثرم عن احمد كتبنا عن ابي زكرياء ولم يكن به بأس واثنى عليه وذكره ابن حبان في الثقات •(١)

(٣٩٨) م - يحيى بن عبدالحميد بن عبدالله بن ميمون بن عبدالرحمن الحماني (٢) الحافظ ابو زكرياء الكوفي لقب جده بشمين. روى عن ابيه وسليمان بن بلال وقيس بن الربيع وعبدالرحمن بن سليمان بن الغسيل وعبدالرحمن بن زيد بن اسلم وعبدالواحد بن زياد وعبدالله بن المبارك وحماد بن زيد وجعفر بن سليمان وابراهيم بن سعد وجرير بن عبدالحميد و هشيم وابي عوانة وابي بكر ابن عياش وابي خالد الاحمر وابي معاوية الضرير وابن عيينة وشريك وخلق وعنه ابوحاتم ومطين وموسى بن هارون ومحمد بن ابراهيم البوشنجي ومحمد ابن ايوب بن الضريس وموسى بن اسحاق الانصاري وابوقلابة الرقاشي وعثمان بن خرزاذ وابن ابي الدنيا وعلي بن عبدالعزيز البغوي وعبدالله بن احمد الدورقي وابوحصين محمد بن الحسين الوادعي وعبدالله بن محمد بن عبدالعزيز البغوي وآخرون. قال الساجي عن احمد بن محمد هو ابن محرز عن القعنبي رأيت شابا طويلا في مجلس ابن عيينة فقال من يسأل لاهل الكوفة ثم قال اين ابن الحماني فقام (٣) وعن ابراهيم بن بشار قال رأيت عند ابن عيينة جماعة من البصريين يذاكرون الحديث قال فحرك سفيان للكوفية فقال اين ابن

(١) (يحيى) بن عبدالله مولى ابي بكر. صوابه يحيى بن عثمان ١٢ هامش

(٢) (الحماني) بكسر المهملة وتشديد الميم و (بشمين) بفتح الموحدة وسكون المعجمة ١٢ تقريب (٣) زاد في تهذيب الكمال فقال من انت فانتسب له

فقال نعم كان ابوك جليسنا عند مسعر فجعل يسأل ١٢ المصحح

معلوم ہوا کہ امام ساجیؒ کے استادوں میں احمد بن محمدؒ، یہ حافظ احمد بن محمد بن محرزؒ ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ شیخ زہیر عثمان بھی الکامل لابن عدی کے حاشیہ میں امام ساجیؒ کے استاد احمد بن محمد البغدادی کو حافظ ابن محرزؒ ہی بتایا ہے۔ (الکامل لابن عدی بتحقیق شیخ زہیر جلد: ۱ صفحہ: ۲۵۶)

اسکین:

ابن عدي ومنهجه

في كتاب

الكامل في ضعفاء الرجال

تأليف

د/زهير عثمان علي نور

المجلد الأول

مكتبة الرشد

الرياض

شركة الرياض

للنشر والتوزيع

البخاري (١) ، عن يحيى بن معين ، ومثاله ما جاء في ترجمة علي بن عابس ، حيث قال ابن عدي : (حدثنا الجنيدي ، ثنا البخاري ، قال يحيى بن معين : رأيت عليّ بن عابس ، ليس بشيء) (٢) .

الطريق السادس عشر :

السماع من الساجي (٣) ، عن أحمد بن محمد البغدادي (٤) ، عن يحيى بن معين .

ومثاله قول ابن عدي في ترجمة مبارك بن فَضالة : (ثنا الساجي ، حدثني أحمد بن محمد ، سمعت يحيى بن معين يقول : مبارك بن فَضالة قدري) (٥) .

الطريق السابع عشر :

الأخذ بالمكاتبة عن محمد بن أيوب (٦) ، عن يحيى بن معين .

= حدث عنه : ولده تمام ، وعَقيل بن عبدان ، وأبو الحسن بن جهضم ، وآخرون ، وثقه عبد العزيز الكتاني ، وتوفي سنة سبع وأربعين وثلاثمائة (٣٤٧ هـ) ، انظر : سير أعلام النبلاء : ١٦/ ١٧ ، والنجوم الزاهرة : ٣/ ٣٢١ ، وطبقات الحفاظ ص ٣٦٦ .

(١) تقدمت ترجمته : ١/ ٢١٧ .

(٢) الكامل : ٥/ ١٨٣٤ .

(٣) تقدمت ترجمته : ١/ ٦٥ .

(٤) هو أحمد بن محمد بن قاسم بن محرز أبو العباس ، البغدادي ، يروي عن يحيى ابن معين ، وحدث عنه جعفر بن درستويه بن المرزبان الفارسي وغيره ، له رواية في كلام يحيى بن معين في الرجال ، انظر : تاريخ بغداد : ٥/ ٨٣ .

(٥) الكامل : ٦/ ٢٣٢٠ .

(٦) هو محمد بن أيوب بن يحيى بن ضُرَيْس البجلي الرازي أبو عبد الله ، صاحب كتاب فضائل القرآن ، مولده في حدود عام مائتين وسمع : القَعْنَبي ، ومسدداً ، وسهل ابن بكار ، وغيرهم ، روى عنه : ابن أبي حاتم ، وأحمد بن إسحاق الطيبي ، وإسماعيل ابن نُجَيْد وعدة ، وثقه ابن أبي حاتم وأبو يعلى ، توفي سنة أربع وتسعين ومائتين ، انظر : سير أعلام النبلاء : ١٣/ ٤٤٩ ، والجرح والتعديل : ٧/ ١٩٨ ، وطبقات الحفاظ ص ٢٨٢ .

- ٢٩٦ -

لھذا آپ بھی حافظ ابن محرز کے شاگرد ہیں۔

اعتراض: کفایت اللہ سنابلی صاحب کا کہنا ہے کہ ابن محرزؒ مجہول ہیں۔

الجواب۔۱: یہ اعتراض ہی مردود ہے، کیوکہ ابن محرزؒ سے ۲، ۲، راویوں نے روایت کیا ہے اور فقہاء و محدثین کا اصول ہے کہ جس مجہول راوی سے دو یا دو سے زیادہ راوی روایت کر لیں تو وہ مجہول نہیں رہتا بلکہ مقبول ہو جاتا ہے۔ جب حافظ ابن محرز سے ۲، ۲، لوگ روایت کر رہے ہیں تو وہ مقبول راوی ہوئے۔[21]

الجواب۔۲: اگر بقول غیر مقلدین کے حافظ ابن محرز کو مجہول مان بھی لیں تو کتاب معرفۃ الرجال یحیی بن معینؒ سے ثابت ہے کیوں کہ محدثین کا اصول ہے کہ جس کتاب کی نسبت اس کے مصنف کی طرف مشہور ہو کہ یہ کتاب فلاں مصنف کی ہے تو مصنف سے لیکر ہم تک اس کی سند دیکھنے کی حاجت نہیں رہتی۔ یہ شہرت اس سند کو دیکھنے سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ یہ اصول مختلف الفاظ سے درج ذیل محدثین نے نقل فرمائے ہیں

۱: امیر المؤمنین فی الحدیث امام ابن حجر عسقلانیؒ (المتوفی ۸۵۲ھ)

۲: امام سخاویؒ (المتوفی ۹۰۲ھ)

۳: امام سیوطیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ)

۴: امام شمس الدین الکرمانیؒ (المتوفی ۷۸٦ھ)

حافظ ابن حجرؒ کے الفاظ یہ ہیں: لأن الکتاب المشھور الغنی بشھرتہ عن اعتبار الإسناد منا إلی مصنفہ (النکت لإبن حجر جلد :۱ صفحہ :۲۴۷، الکواکب الدریہ للکرمانی جلد :۱ صفحہ :۷، فتح المغیث للسخاوی جلد :۱ صفحہ :٦۵، تدریب الراوی للسیوطی جلد :۱ صفحہ :۱٦۰)

نوٹ۔۱: اس اصول کو کفایت اللہ صاحب بھی مانتے اور تسلیم کرتے ہیں۔ دیکھئے انوار البدر صفحہ ؛۸ ٦

لیکن کیا کریں جب بات فرقہ اہل حدیث کے خلاف آئی تو کفایت اللہ صاحب نے اپنا ہی اصول بھول کر کتاب کو غیر ثابت قرار دے دیا، یہ موصوف کی دوغلی پالیسی کے ساتھ ساتھ علمی خیانت بھی ہے۔

الغرض یہ کتاب معرفۃ الرجال اہل علم کے درمیان مشہور و معروف ہے، چنانچہ:

۱: امام خطیب البغدادیؒ المتوفی ۴٦۳ھ اپنی کتاب تاریخ بغداد میں۔

۲: امام ابو القاسم ابن عساکرؒ المتوفی ۵۷۱ھ تاریخ دمشق میں۔

۳: محدث کمال الدین بن العدیمؒ المتوفی ٦٦۰ھ بغیۃ الطلب میں۔

[21] دیکھئے ص ۴۴

٤: امام جمال الدین المزیؒ المتوفی ٧٤٢ھ تہذیب الکمال میں۔

٥: امام شمس الدین الذہبیؒ المتوفی ٧٤٨ھ سیر اعلام النبلاء میں۔

٦: امام مغلطائیؒ المتوفی ٧٦٢ھ اکمال تہذیب الکمال میں۔

٧: امام ابن کثیرؒ المتوفی ٧٧٤ھ البدایہ والنہایہ میں۔

٨: امام ابن حجر العسقلانیؒ المتوفی ٨٥٢ھ تہذیب التہذیب میں۔

٩: امام بدرالدین العینیؒ المتوفی ٨٥٥ھ مغانی الاخیار میں۔ اور

١٠: امام قاسم بن قطلوبغاؒ ٨٧٩ھ کتاب الثقات میں۔

اور ان کے علاوہ بہت سے حضرات نے اس کتاب کا اور اس میں موجود اقوال کا ذکر کیا ہے اور بعض نے اپنی سند سے بھی اس کتاب سے اقوال نقل کئے ہیں، معلوم ہوا کہ یہ کتاب محدثین کے نزدیک بھی مشہور و معروف ہے۔ تو پھر کفایت اللہ صاحب کے اعتراض کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے!

نوٹ۔ ٢: بعض محدثین نے اس کتاب "معرفۃ الرجال" سے استدلال بھی کیا ہے دلیل بھی پکڑی ہے۔ مثلاً۔۔

١ : حافظ ابن حجر عسقلانیؒ المتوفی ٨٥٢ھ جنکو زبیر علی زئی صاحب حافظ الدنیا، امیر المؤمنین فی الحدیث ثابت کرتے ہیں (دیکھئے نور العینین) یہی حافظ ابن حجر عسقلانیؒ امام ابن معینؒ کے قول سے دلیل پکڑتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سفیان کی روایت میں مؤمل بن اسماعیل کی حدیث ضعیف ہے۔ (فتح الباری جلد: ٩ صفحہ: ٢٣٩)

اور ابن حجرؒ کا یہ فیصلہ، امام یحیی بن معینؒ کے قول کی وجہ ہے، کیونکہ انھوں نے بھی مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں یہی کہا ہے، جس کا اقرار کفایت اللہ صاحب بھی کرتے ہیں۔ (دیکھئے انوار البدر صفحہ: ١٧٥)

امام ابن معینؒ کا یہ قول ان کی اسی کتاب "معرفۃ الرجال" میں ہی موجود ہے، جسکو حافظ ابن محرزؒ نے روایت کیا ہے (دیکھئے معرفۃ الرجال جلد: ١ صفحہ: ١١٤)

معلوم ہوا کہ ابن حجرؒ کے نزدیک یہ کتاب ابن معینؒ سے ثابت ہے تبھی تو انھوں نے ان کے قول سے دلیل پکڑی ہے الغرض کفایت صاحب کا یہ اعتراض اس لحاظ سے بھی باطل و مردود ہے۔

کفایت اللہ صاحب کی چند اور دوغلی پالیسیاں:

چونکہ معرفۃ الرجال میں کفایت صاحب کے مسلک کے خلاف بات آئی تھی اس لئے انہوں نے اس کتاب کے راوی پر مجہول ہونے کی جرح کر کے اسے رد کر دیا۔

ا۔۔جب ایک دوسری کتاب علل ترمذی کے بارے میں زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ کتاب علل الکبیر امام ترمذیؒ سے بسند صحیح ثابت ہی نہیں، اس کا راوی ابو حامد مجہول الحال ہے۔(ماہنامہ الحدیث شمارہ:۱۰۲ صفحہ:۲۷) لیکن چونکہ اس کتاب "علل ترمذی" میں کفایت صاحب کے مسلک کی تائید میں کچھ باتیں تھیں۔ اس لئے اس کتاب کا نقل کرنے والا راوی اگرچہ (بقول زئی صاحب کے) مجہول تھا لیکن پھر بھی کفایت صاحب نے اپنا اصول بھلا یا اور کہنے لگے:

یہ کتاب ہماری نظر میں امام ترمذیؒ کی ہی ہے یہ ثابت ہے ہمارے ناقص علم کے مطابق اہل علم میں سے کسی نے بھی اس کتاب کا انکار نہیں کیا ہے نیز ابو حامد التاجر کو مجہول کہنا بھی غلط ہے۔ اور کتاب کے ثبوت اور عدم ثبوت کے متعلق علامہ البانی نے جو اصول پیش کیا ہے وہی راجح ہے۔(یزید بن معاویہ پر الزامات کا جائزہ۔ صفحہ:۱۱۴)

اسکین:

114

ما أقلّ تدليسه" باسند صحیح ثابت نہیں، جیسا کہ "الفتح المبین" کے جدید نسخے میں اصلاح کر دی گئی ہے اور یہ نسخہ چھپنے کے لیے مکتبہ اسلامیہ پہنچ چکا ہے۔ العلل الکبیر کا بنیادی راوی ابو حامد التاجر مجہول الحال ہے۔ لہٰذا یہ کتاب ہی ثابت نہیں۔①

یہاں بھی مسئلہ اس قول کے ثابت ہونے یا نہ ہونے کا نہیں ہے، بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جس اسلوب میں اپنا فیصلہ پیش کیا ہے، کیا اس اسلوب میں امام بخاری رحمہ اللہ کا فیصلہ قابلِ قبول ہے یا نہیں؟②

حافظ زبیر علی زئی حالیہ دنوں میں اس قول کو غیر ثابت مان رہے ہیں، لیکن جن دنوں موصوف کی نظر میں یہ قول ثابت تھا، ان دنوں مذکورہ اسلوب میں امام بخاری رحمہ اللہ کا فیصلہ آں جناب نے کیسے قبول کر لیا؟ کیا اس وقت یہ قول موصوف کی نظر میں باسند تھا اور آج بے سند ہو گیا ہے؟ یہ اصل مسئلہ ہے، اس کا جواب عنایت فرمائیں۔

واضح رہے کہ ہماری نظر میں امام ترمذی رحمہ اللہ کی یہ کتاب ثابت ہے، ہمارے ناقص علم کے مطابق اہلِ علم میں سے کسی نے بھی اس کتاب کا انکار نہیں کیا، نیز ابو حامد التاجر کو مجہول کہنا بھی غلط ہے اور کتاب کے ثبوت و عدمِ ثبوت سے متعلق علامہ البانی رحمہ اللہ نے جو اُصول پیش کیا ہے، وہی راجح ہے۔ لیکن ان سب باتوں کا ہمارے موضوع سے کوئی تعلق نہیں، اس لیے ہم ان سے صَرفِ نظر کرتے ہیں۔③

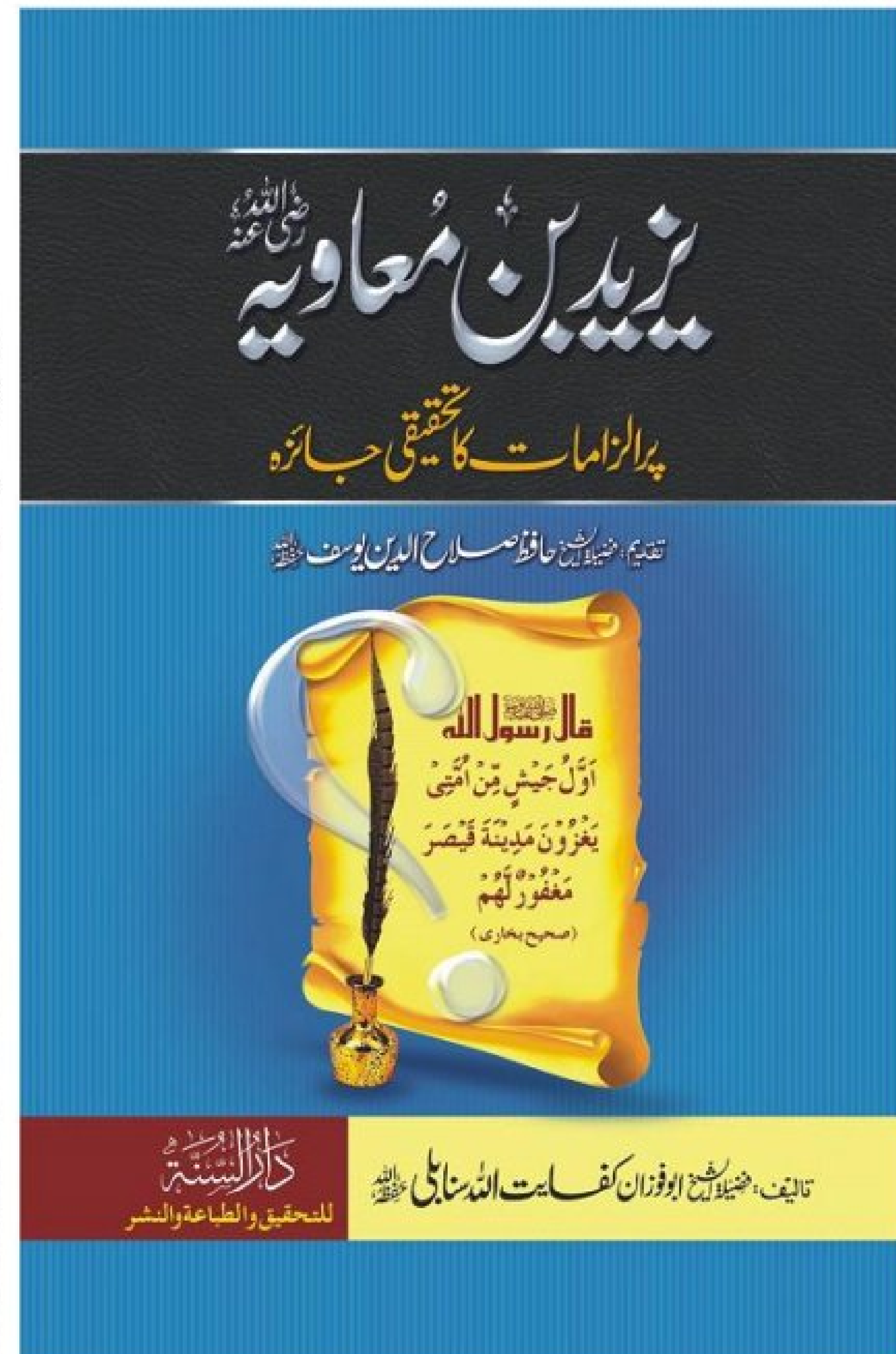
⊛ ہم نے ایک اور مثال پیش کرتے ہوئے کہا تھا:

"اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ بہت سے رواۃ کو منکر الحدیث اور بہت سے رواۃ کو معروف الحدیث کہتے ہیں، مثلاً:

① "الحدیث" (ص:۳۱ شمارہ:۱۰۲، ص:۲۷) رسول اللہ ﷺ کی سنت کو بدلنے والا: یزید... (ص:۳۳) مقالات (۶/ ۵۸۸)

② یہاں پر موصوف نے تو اپنے مستدل قول کو غیر ثابت کہہ کر جان چھڑا لی، لیکن موصوف نے ایک دوسرے مقام پر ابو قلابہ کی تدلیس کا دفاع کرتے ہوئے کہا: "امام ابو حاتم الرازی نے انھیں ثقہ کہا اور فرمایا: "لا يعرف له تدليس" اس کا تدلیس کرنا معروف نہیں ہے۔ (الجرح والتعديل: ۵/ ۵۸) معلوم ہوا کہ آپ ہرگز مدلس نہیں تھے۔" (مسئلہ فاتحة خلف الإمام، ص: ۴۵) اب کیا اپنے اس مستدل قول کو بھی غیر ثابت کہہ کر رد کر دیا جائے گا؟

③ اسی کتاب کا صفحہ (۳۶۳) دیکھیں۔



افسوس کفایت صاحب! یہ لینے کے اصول اور دینے کے اور ایسا کیوں؟؟ کیا یہی آپ کا انصاف ہے؟ کیا آپ کو "معرفۃ الرجال" مشہور و معروف نظر نہیں آئی؟ غرض یہ کہ کفایت صاحب نے یہاں اپنی دوغلی پالیسی کا ثبوت دے دیا۔

۲ : اسی طرح اہل حدیث مسلک کے زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ سوالات الآجری (ایک کتاب ہے جو) امام ابو داوٗدؒ سے ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ ابو عبید الآجریؒ مجہول ہیں۔ (ماہنامہ الحدیث شمارہ: ۱۰۲ صفحہ ۳۷)

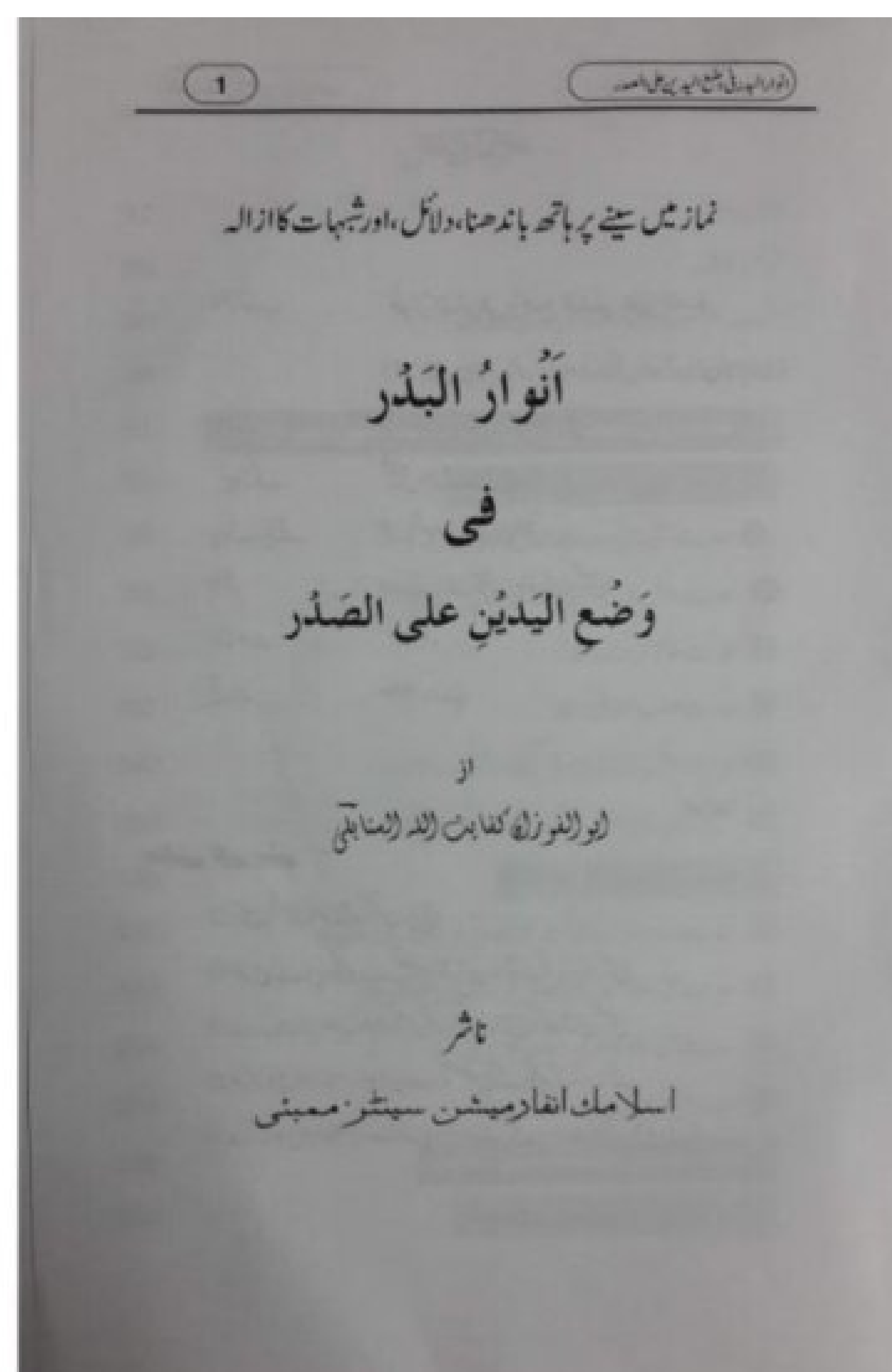
اسکین:

لیکن چونکہ اس کتاب میں بھی کفایت صاحب کو اپنے مسلک کی تائید میں کچھ باتیں نظر آئیں تو انھوں نے یہاں بھی اپنا اصول بھلا کر خوشی خوشی اس کتاب کو امام ابو داوٗدؒ سے ثابت مانا اور اس سے دلیل دی بھی دی ہے۔ (انوار البدر صفحہ: ۶۸)

اسکین:

۳ : کفایت صاحب کے مطابق "سوالات الآجری" کتاب کی سند ہی موجود نہیں ہے، لیکن پھر کفایت صاحب محض اپنے مسلک کی اندھی تقلید میں اسے ثابت مان رہے ہیں۔(انوارالبدر صفحہ:۶۸)

اسکین:



1

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا، دلائل، اور شبہات کا ازالہ

اَنْوارُ البَدْر

فی

وَضعِ الیَدیْنِ علی الصَدْر

از

ابوالفوزان کفایت اللہ السنابلی

ناشر

اسلامک انفارمیشن سینٹر ممبئی



68

آپ میں کوئی حرج نہیں آپ ثقہ ہیں۔[سوالات الآجری: ۵/الورقۃ: ۱۸ بحوالہ حاشیہ تہذیب الکمال للمزی: ۱۲/۹۸]۔(۱)

امام أبوحاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۷) نے کہا:

محله الصدق وفی حدیثه بعض الاضطراب.

آپ سچے ہیں اور آپ کی بعض احادیث میں اضطراب ہے۔[الجرح والتعدیل: ۴/۱۴۱]۔

عرض ہے کہ ابوحاتم نے صرف ان کی بعض احادیث میں اضطراب بتلایا ہے یعنی ان کی اکثر احادیث صحیح وسالم ہے اور اصول حدیث کا بنیادی قانون ہے کہ غالب حالت ہی کا اعتبار ہوتا ہے۔اس لئے غالب حالت کے اعتبار سے ان کی احادیث صحیح وسالم ہیں۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۵۴) نے آپ کو ثقات میں ذکر کرتے ہوئے کہا:

کان فقیها ورعا.

آپ فقیہ اور پرہیزگار تھے۔[الثقات لابن حبان ت العثمانیة: ۶/۳۸۰]۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۶۵) نے کہا:

ثبت صدوق.

آپ ثبت اور صدوق ہیں۔[الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ۴/۲۶۲]۔

(۱) امام ذہبی نے ابوعبید الآجری پر جرح سے نقل کی ہے (سیر أعلام النبلاء [illegible]) اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں حافظ کہا ہے ([illegible])۔ یہ قرینہ بتاتا ہے کہ امام ذہبی کے نزدیک یہ ثقہ ہیں۔ بالخصوص جبکہ امام ذہبی نے "حافظ" کا درجہ ثقہ سے بھی بڑھ کر بتلایا ہے (الموقظۃ [illegible]) نیز تمام اہل فن نے بالاتفاق ان سے حجت پکڑی ہے یہ بھی ان کی ثقاہت کی دلیل ہے۔ بالفرض یہ ثقہ نہیں ہیں تو کم از کم ان کے عادل ہونے میں کلام نہیں کیونکہ بغیر کسی جرح کے امام مزی، امام ذہبی اور حافظ ابن حجر جیسے اہل فن نے انہیں حافظ کہا ہے۔(تہذیب الکمال [illegible] سیر أعلام النبلاء [illegible] تہذیب التہذیب [illegible]) نیز تمام محدثین و اہل علم نے ان سے حجت پکڑی ہے۔

پھر جب یہ عادل ہیں تو انہوں نے امام ابوداود سے براہ راست اقوال نقل کئے ہیں اس لئے یہاں ضبط کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اور رہی نسخہ کی سند تو ان کی یہ کتاب اہل فن کے مابین متداول اور مشہور رہی ہے اور ایسا نسخہ سند کا محتاج نہیں ہوتا۔ دیکھئے: یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص ۳۵۳،۳۵۴۔

جبکہ ہماری کتاب کی سند بھی ثابت ہے اور راوی حافظ ابن محرزؒ بھی مقبول ہیں، جیسا کہ تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

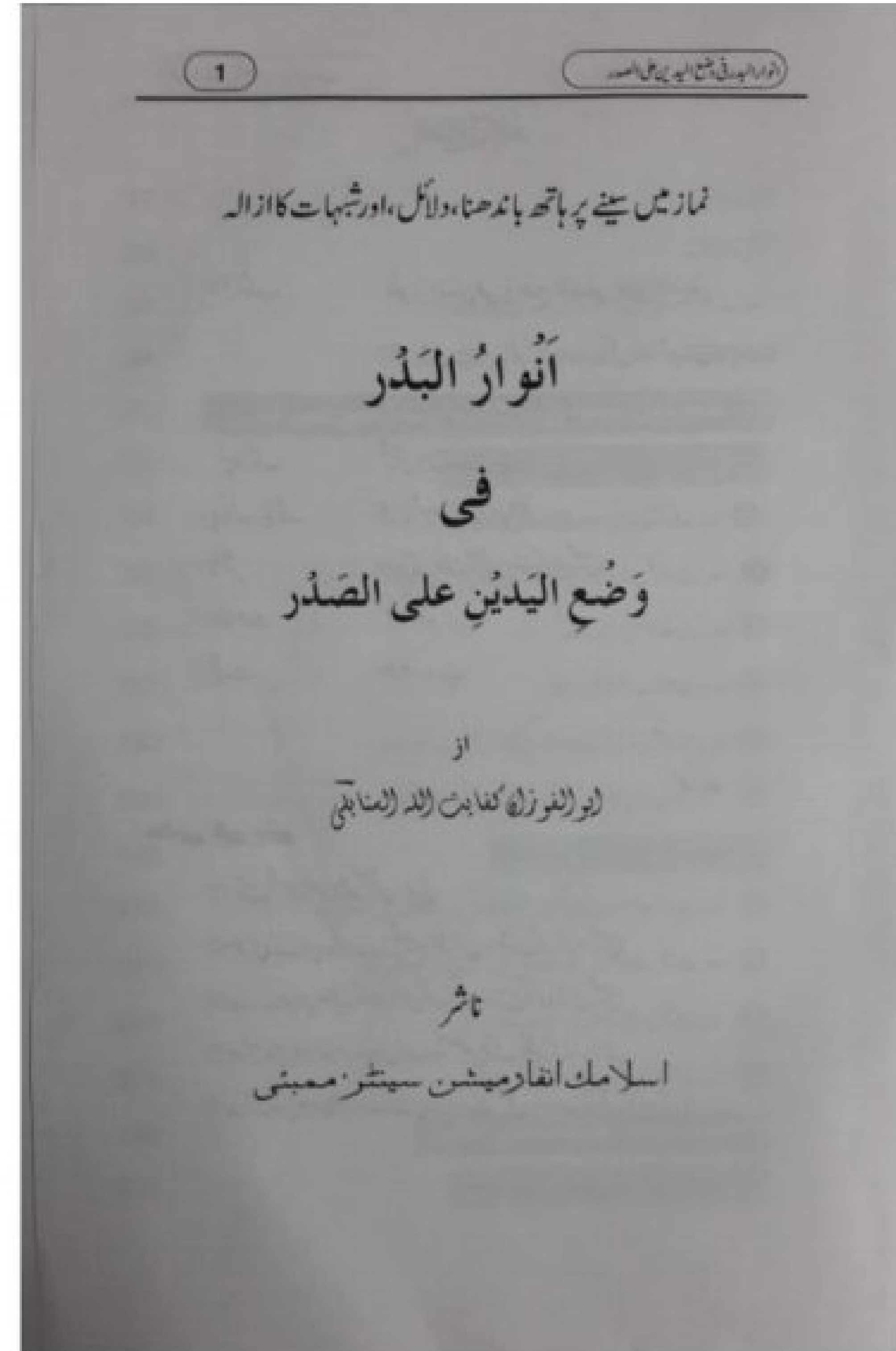
لیکن چونکہ اس کتاب میں فرقہ اہل حدیث کے خلاف بات بھی موجود ہے، اس لئے صرف اسی وجہ سے کفایت صاحب نے سند ہونے کے باوجود اس کتاب کو رد کر دیا ہے۔

قارئین! اس طرح کے دھوکے تقلید کے نام پر غیر مقلدین اہل حدیث فرقہ عموماً عوام کو دیتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالی ایسے دھوکے اور ایسے فرقے سے امت کی حفاظت فرمائے۔۔ آمین!

۴ : سوالاتِ آجری کے راوی ابوعبید الآجریؒ کے بارے میں کفایت صاحب کہتے ہیں کہ تمام اہل فن نے بالاتفاق ان سے حجت پکڑی ہے یہ بھی ان کی ثقاہت کی دلیل ہے۔

جبکہ زبیر علی زئی کی تحقیق کے مطابق ابوعبید الآجریؒ مجہول ہیں، لیکن کفایت صاحب کہتے ہیں کہ تمام اہل فن نے ان سے حجت پکڑی ہے، اور یہ ان کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔(انوارالبدر صفحہ:۶۸)

اسکین:



68 انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر

آپ میں کوئی حرج نہیں آپ ثقہ ہیں۔[سوالات الآجری:۵/الورقۃ:۱۸ بحوالہ حاشیہ تہذیب الکمال للمزی:۹۸/۱۲]۔(۱)

امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۷) نے کہا:

محلہ الصدق وفی حدیثہ بعض الاضطراب.

آپ سچے ہیں اور آپ کی بعض احادیث میں اضطراب ہے۔[الجرح والتعدیل:۱٤۱/٤]۔

عرض ہے کہ ابوحاتم نے صرف ان کی بعض احادیث میں اضطراب بتلایا ہے یعنی ان کی اکثر احادیث صحیح وسالم ہے اور اصول حدیث کا بنیادی قانون ہے کہ غالب حالت ہی کا اعتبار ہوتا ہے۔اس لئے غالب حالت کے اعتبار سے ان کی احادیث صحیح وسالم ہیں۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴) نے آپ کو ثقات میں ذکر کرتے ہوئے کہا:

كان فقيها ورعا.

آپ فقیہ اور پرہیزگار تھے۔[الثقات لابن حبان ت العثمانیۃ:۳۸۰/٦]۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفی:۳٦۵) نے کہا:

ثبت صدوق.

آپ ثبت اور صدوق ہیں۔[الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی:۲٦۲/٤]۔

(۱) امام ذہبی نے ابوعبید الآجری پر جرح سے خاموشی کی ہے [سیر أعلام النبلاء ...] اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں حافظ کہا ہے [ایضا ...]۔ یہ قرینہ بتاتا ہے کہ امام ذہبی کے نزدیک یہ ثقہ ہیں۔ بالخصوص جبکہ امام ذہبی نے "حافظ" کا درجہ ثقہ سے بھی بڑھ کر بتلایا ہے [الموقظۃ ... ص ...] نیز تمام اہل فن نے بالاتفاق ان سے حجت پکڑی ہے یہ بھی ان کی ثقاہت کی دلیل ہے۔ بالفرض یہ ثقہ نہیں ہیں تو کم از کم ان کے عادل ہونے میں کلام نہیں کیونکہ بغیر کسی جرح کے امام مزی، امام ذہبی اور حافظ ابن حجر جیسے اہل فن نے انہیں حافظ کہا ہے۔[تہذیب الکمال ... سیر أعلام النبلاء ... تہذیب التہذیب ...] نیز تمام محدثین واہل علم نے ان سے حجت پکڑی ہے۔

پھر جب یہ عادل ہیں تو انہوں نے امام ابوداود سے براہ راست اقوال نقل کئے ہیں اس لئے یہاں ضبط کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اور رہی نسخہ کی سند تو ان کی یہ کتاب اہل فن کے مابین متداول اور مشہور رہی ہے اور ایسا نسخہ سند کا محتاج نہیں ہوتا، دیکھئے: یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ: ص ۳۵۳،۳۵۴۔

مگر افسوس کفایت صاحب نے ابن محرز کے بارے اپنا اصول بھلا دیا کہ ان سے بھی تمام اہل فن نے حجت پکڑی ہے، اور ان کے اقوال کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ اور کفایت صاحب نے صاف کہدیا کہ ابن محرز ؒ مجہول راوی ہیں۔

یہ بھی کفایت صاحب کی ایک اور دوغلی پالیسی ہے۔

اور سلفی شیخ علی بن محمد العمران لکھتے ہیں :

ابن محرز ؒ یہ وہ صاحب ہیں جنھوں نے یحیی بن معین سے سوالات کئے ہیں جو معرفۃ الرجال کے نام سے مطبوع (چھپے) ہیں ان کے مفصل حالات معلوم نہیں لیکن ان کے سوالات دلالت کرتے ہیں کہ انہیں حدیث کا علم ہے انہوں نے یحیی بن معین سے ۲۲۵ھ سے پہلے ملاقات کی ہے اور ان کی وہ روایتیں جو انہوں نے یحیی بن معین سے کی ہیں خطیب نے اپنے تاریخ میں اور حافظ نے تہذیب میں اور مغلطائی نے اکمال میں اور ذہبی نے اپنی کتابوں میں اعتماد کیا ہے۔(تراجم منتخبۃ للمعلمی بتحقیق شیخ علی بن محمد العمران: ص ۱٦۷-۱٦۸)

معلوم ہوا کہ خود کفایت اللہ سنابلی صاحب کے اپنے علماء کے نزدیک بھی ابن محرزؒ ثقة ہے۔

کچھ سوالات: اگر کفایت صاحب کا یہی اصول ہے کہ ہر کتاب کو نقل کرنے والا راوی ثقہ ہو، مجہول نہ ہو تو ہماری گذارش یہ ہے کہ آپ۔۔۔

۱۔ علل ترمذی

۲۔ سوالاتِ آجری کو کیوں ثابت مانتے ہیں جبکہ ان کتابوں کی سندوں میں بھی مجہول راوی ہیں۔

اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں کتابیں مشہور و معروف ہیں، تو آپ کو معرفۃ الرجال کا مشہور و معروف ہونا نظر نہیں آیا؟ غرض اس کی تفصیل ہم نے اوپر بیان کر دی ہے، ساتھ ساتھ ابن حجرؒ کا اس کتاب سے استدلال بھی ذکر کیا ہے۔

الغرض گذارش یہ ہے کہ --

۱: یہاں تو یہ دوغلی پالیسی چھوڑ دیں اور ہماری کتاب ''معرفۃ الرجال بروایت ابن محرزؒ'' کو بھی ثابت مان لیں۔

۲: یا ہماری کتاب کے ساتھ ساتھ ان دونوں کتابوں (علل ترمذی اور سوالاتِ آجری) کو بھی غیر ثابت مان لیں۔

۱: نیز امام بخاریؒ المتوفی ۲۵۶ھ کی مشہور کتاب ضعفاء صغیر کی سند کچھ یوں ہے:

أخبرنا الشیخ الإمام العالم ابو عبداللہ محمد بن عمر بن عبد الغالب العثمانی قرائۃ علیہ و أنا فی لیلۃ العشرین من شہر رمضان سنۃ اربع عشرۃ و ستمائۃ قدم علینا حلب قال اخبرنا الشیخ ابو عبداللہ محمد بن أحمد بن عبداللہ بن الحسین الفارانی، انبأنا أبو علی الحسن بن احمد الحسن الحداد إجازۃ، أنبأنا ابو نعیم أحمد بن عبداللہ بن احمد الحافظ، ثنا أبو أحمد محمد بن احمد بن الغطریف العبدی الدھستانی بجرجان بسنۃ إحدی و سبعین و ثلاثمائۃ قرئت علیہ فی أصلہ فأقر بہ، قال قرأت علی آدم بن موسی الخواری، ثنا أبو عبداللہ محمد بن اسماعیل۔ (ضعفاء صغیر للبخاری صفحہ: ۹۱۰)

کتاب ضعفاء صغیر للبخاری کی سند میں ایک راوی ''ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عبد اللہ بن الحسین الفارانیؒ'' مجہول راوی ہیں۔ اب کیا کفایت صاحب اس کتاب کا بھی انکار کریں گے؟ کیونکہ اس میں بھی ہماری کتاب کی طرح مجہول راوی موجود ہے۔

۲: امام بخاریؒ المتوفی ۲۵۶ھ کی دو اور مشہور کتابیں ''جزء قرأت خلف الامام'' اور ''جزء رفع الیدین'' کی سند یہ ہے: أخبرنا الشیخ الامام العلامۃ الحافظ المتقن بقیۃ السلف زین الدین أبو الفضل عبد الرحمن بن الحسین بن العراقی و الشیخ الامام الحافظ نور الدین علی بن أبی بکر الھیثمی بقرائتی علیھما قالا أخبرتنا الشیخۃ الصالحۃ أم محمد ست العرب بنت محمد بن علی بن احمد بن عبد الواحد بن البخاری قالت أخبرنا جدی الشیخ فخر الدین بن البخاری قراءۃ علیہ و أنا حاضرۃ و إجازۃ لما یرویہ قال أخبرنا ابو حفص عمر بن محمد بن معمر بن طبرزد سماعا علیہ أخبرنا ابو غالب احمد بن الحسن بن البناء أخبرنا ابو الحسین محمد بن أحمد بن حسنون النرسی، أخبرنا ابو نصر محمد بن احمد بن موسی الملاحمی، أخبرنا ابو اسحاق محمود بن اسحاق بن محمود الخزاعی قال: أخبرنا ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم البخاری رحمہ اللہ۔ (جزء رفع الیدین صفحہ: ۲۷ مترجم زبیر علی زئی)

اس کتاب کی سند میں بھی ایک راوی ابو اسحاق محمد بن اسحاق الخزاعیؒ ہیں جو کہ مجہول ہیں۔ ان کو بھی کسی امام نے صراحۃ ثقہ نہیں کہا ہے۔ زبیر علی زئی صاحب نور العینین میں لکھتے ہیں کہ:

۱-- حافظ ابن حجر العسقلانیؒ نے محمود بن اسحاق کی بیان کردہ ایک روایت کو حسن کہا ہے۔ (موافق الخبر لابن حجر جلد: ۱ صفحہ: ۴۱۷)

پھر آگے لکھتے ہیں کہ راوی کی منفرد روایت کو حسن و صحیح کہنا اس راوی کی توثیق ہوتی ہے۔ (نور العینین صفحہ: ۵۲۶)

اسکین:

نور العینین فی اثبات رفع الیدین 526

الحسین الرازی) کو ثقہ اور ثبت قرار دیا ہے، کسی ایک نے بھی ان دونوں پر کوئی (جرح والا) کلام نہیں کیا تو تمھارا یہ کہنا: ہم ان پر اعتماد نہیں کرتے، کیا فائدہ دے گا؟

(التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل ۱/۴۷۵ ت ۲۳۲)

اب محمود بن اسحاق رحمہ اللہ کی صریح اور غیر صریح توثیق کے دس سے زیادہ حوالے پیش خدمت ہیں:

۱: حافظ ابن حجر العسقلانی نے محمود بن اسحاق کی بیان کردہ ایک روایت کو "حسن" قرار دیا ہے۔ (دیکھئے موافقۃ الخبر الخبر فی تخریج احادیث المختصر ۱/۴۱۷)

تنبیہ: راوی کی منفرد روایت کو حسن یا صحیح کہنا، اُس راوی کی توثیق ہوتی ہے۔

(دیکھئے نصب الرایہ ۱/۱۴۹، ۳/۲۶۴)

۲: علامہ نووی نے جزء رفع الیدین سے ایک روایت بطورِ جزم نقل کی اور فرمایا:

" باسنادہ الصحیح عن نافع " (المجموع شرح المہذب ۳/۴۰۵)

معلوم ہوا کہ نووی جزء رفع الیدین کو امام بخاری کی صحیح و ثابت کتاب سمجھتے تھے۔

۳: ابن الملقن (صوفی) نے جزء رفع الیدین سے ایک روایت بطورِ جزم نقل کی اور فرمایا: " باسناد صحیح عن نافع عن ابن عمر " (البدر المنیر ۳/۴۷۸)

۴: زیلعی حنفی نے جزء رفع الیدین سے روایات بطورِ جزم نقل کیں۔

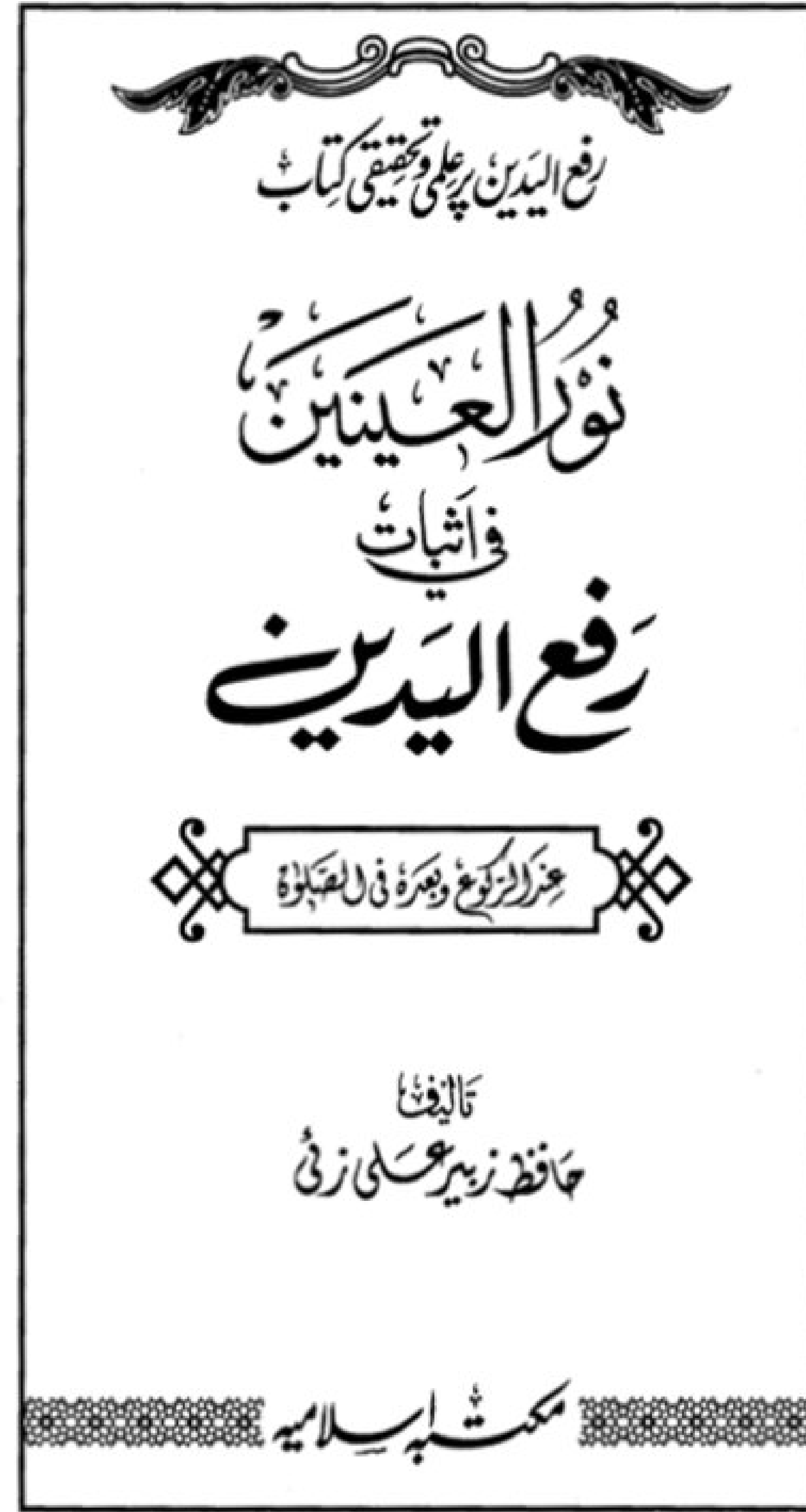
(دیکھئے نصب الرایہ ۱/۳۹۰، ۳۹۳، ۳۹۵)

۵: مشہور محدث ابوبکر البیہقی رحمہ اللہ نے محمود بن اسحاق کی روایت کردہ کتاب: جزء القراءۃ للبخاری کو بطورِ جزم امام بخاری سے نقل کیا ہے۔

(مثلاً دیکھئے کتاب القراءۃ خلف الامام للبیہقی ص ۲۳ ح ۴۸)

۶: علامہ ابو الحجاج المزی رحمہ اللہ نے جزء القراءۃ کو بطورِ جزم امام بخاری سے نقل کیا ہے۔ (مثلاً دیکھئے تہذیب الکمال ج ۳ ص ۱۷۴، سعید بن سنان البرجمی)

۷: عینی حنفی نے جزء رفع الیدین کو امام بخاری سے بطورِ جزم نقل کیا ہے۔



یاد رہے کہ زبیر علی زئی صاحب نے اصول نقل کیا ہے "کہ راوی کی **منفرد روایت** کو حسن و صحیح کہنا اس راوی کی توثیق ہوتی ہے" اب جس روایت کو ابن حجرؒ نے حسن کہا ہے کیا اس روایت میں محمود بن اسحاقؒ منفرد ہیں؟

حافظ ابن حجرؒ محمود بن اسحاقؒ کی روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

هذا حديث حسن أخرجه أبو داؤد ﷺ عن أبي الوليد على الموافقة واخرجه احمد عن عبد الصمد عن عبد الوارث عن همام واخرجه ابن حبان في صحيحه عن أبي يعلى عن أبي عن عبد الصمد

یہ حدیث حسن ہے اس کی تخریج امام ابو داؤدؒ نے ابو الولید سے اور امام احمدؒ نے عن عبد الصمد بن عبد الوارث عن ھمام کی سند سے اور امام ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں اس روایت کی تخریج عن ابی یعلی عن ابی خثیمہ عن عبد الصمد کی سند سے۔ (موافقۃ الخبر لابن حجر جلد: ۱ صفحہ ۴۱۷)

اسکین:

كتاب
موافقة الخبر الخبر
في
تخريج أحاديث المختصر

للإمام الحافظ علي بن أحمد بن حجر العسقلاني
۷۷۳هـ/۸۵۰هـ

الجزء الأول

حققه وعلق عليه

حمدي عبد المجيد السلفي   صبحي السيد جاسم السامرائي

الناشر
مكتبة الرشد
الرياض

محمد بن عبدالمؤمن أخبرنا أبو البركات بن ملاعب أخبرنا أبو الفضل الأرموي أخبرنا أبو الغنائم بن المأمون أخبرنا أبو نصر محمد بن أحمد أخبرنا محمود بن إسحاق الخزاعي حدثنا محمد بن إسماعيل البخاري في كتابه القراءة خلف الإمام حدثنا أبو الوليد هو الطيالسي حدثنا همام حدثنا قتادة عن أبي نضرة عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: أمرنا نبينا ﷺ أن نقرأ بفاتحة الكتاب وما تيسر[1].

هذا حديث حسن أخرجه أبو داود عن أبي الوليد على الموافقة[2]، وأخرجه أحمد عن عبدالصمد بن عبدالوارث عن همام[3]. وأخرجه ابن حبان في صحيحه عن أبي يعلى عن أبي خيثمة عن عبدالصمد[4]، فوقع لنا عاليا على طريقه. وإسناده على شرط مسلم، لكن أعله البخاري بعنعنة قتادة وهو مدلس، وأشار الدارقطني في العلل إلى أن الراجح وقفه.

وله طريق أخرى عن أبي نضرة.

أخبرني عمر بن محمد بن أحمد بن سليمان أخبرنا أبو بكر بن محمد بن عبدالجبار أخبرنا محمد بن إسماعيل الخطيب أخبرنا يحيى بن محمود أخبرنا محمد بن خالد في آخرين قالوا أخبرنا أبو الطيب عبدالرزاق بن عمر أخبرنا أبو بكر بن المقري حدثنا محمد بن جعفر بن يحيى حدثنا إبراهيم بن العلاء حدثنا إسماعيل بن عياش حدثنا أبو حنيفة عن أبي سفيان هو السعدي عن أبي نضرة عن أبي سعيد قال: قال رسول الله ﷺ: «لَا تَصُحُّ صَلَاةٌ إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَمَعَهَا غَيْرُهَا».

هذا حديث غريب. أخرجه الترمذي وابن ماجه وابن عدي في الكامل

(۱) رواه البخاري في جزء القراءة (ص٦).
(۲) رواه أبوداود (۸۱۸).
(۳) رواه أحمد (۳/۳) هكذا، ورواه (۹۷/۳) عن عفان عن همام به.
(٤) رواه أبويعلى (۱۲۱۰) وعنه ابن حبان (۱۷۷۷ و۱۷۸٤).

- ٤١٧ -

معلوم ہوا کہ ابن اسحاقؒ منفرد نہیں ہیں تو خود انہیں کے اصول کے مطابق وہ ثقہ کیسے ہوں گے۔ اسی طرح کے دھوکے اہل حدیث فرقے کے لوگ بیچاری عوام کو دیتے رہتے ہیں۔

خلاصہ کلام :

الغرض امام بخاریؒ کی ان کتابوں کی سندوں میں مجہول راوی ہیں امید ہے کہ کفایت صاحب یہاں پر بھی ان روایات کو مجہول کہ کر ان کتابوں کا بھی انکار کریں گے جس طرح انھوں نے ہماری کتاب کا انکار کیا تھا اور نہ جو جواب کفایت صاحب ان کتابوں کے بارے میں دیں گے کہ یہ کتابیں مشہور ہیں تو وہی جواب ہمارا جواب ہو گا ابن معینؒ کی " معرفۃ الرجال " کے بارے میں۔

پس اللہ تعالی ہمیں مسلکی تعصب سے محفوظ فرمائے۔۔ اور حق سمجھنے اور اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔۔۔ آمین!

ایک اصول کی وضاحت:

فقہاء و محدثین کا اصول ہے کہ **"جس مجہول راوی سے دو یا دو سے زیادہ راوی روایت کریں تو وہ مجہول نہیں بلکہ مقبول ہوتا ہے"**۔حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں :

١:امام ابن عبد البرؒ(المتوفی ٤٦٣ھ)ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "قدروی عنه ثلاثة وقد قيل رجلان فليس بمجهول" اس سے تین یا دو آدمیوں نے روایت کیا ہے لہذا وہ مجہول نہیں ہے۔(الاستذکار جلد: ١صفحہ ١٨٠)

٢:امام ابو جعفر النحاسؒ المتوفی ٣٣٨ھ فرماتے ہیں کہ" ومن روى عنه اثنان فليس بمجهول" (اور جس سے دو لوگ روایت کریں وہ مجہول نہیں ہوتا)۔(کتاب الناسخ والمنسوخ جلد :١صفحہ :١٧١)

٣:امام حاکمؒ المتوفی ٤٠٥ھ ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "فاما موثر فليس بمجهول قد روى عن عبدالله بن مسعود والبراء بن عازب وروى عنه جماعة من التابعين" جہاں موثرؒ کی بات ہے تو وہ مجہول نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے ابن مسعود اور براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے اور ان سے تابعین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔(المستدرک للحاکمؒ جلد :٢ صفحہ :٣٦٦؛حدیث:٣٤٤٨)

معلوم ہوا کہ ان محدثین کے نزدیک جب کسی راوی سے دو لوگ روایت کریں تو وہ مجہول نہیں رہتا۔

٤:امام محمد بن یحیی الذہلیؒ المتوفی ٢٥٨ھ فرماتے ہیں کہ" قال محمد بن يحيى الذهلي ﷺ ليس بمجهول قد روى عنه الشعبي ايضا " یہ وہب بن الاجدع مجہول نہیں ہیں ان سے شعبیؒ نے بھی روایت کیا ہے (فتح الباری لابن رجبؒ: جلد:٥صفحہ ٤٩)

امام ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ قرأت بخط الذهبي في ميزانه ليس ليس بمجهول فقد روى عنه اربعة میں نے ذہبی کی عبارت میزان میں پڑھی کہ۔۔۔

٥:امام ذہبیؒ المتوفی ٧٤٨ھ فرماتے ہیں کہ اسامہ بن حفص المدنی مجہول نہیں اس لئے کہ ان سے چار لوگوں نے روایت کیا ہے۔ (ھدی الساری مقدمہ فتح الباری جلد :صفحہ :٣٨٩ ؛ میزان الاعتدال جلد :١صفحہ :١٧٤)

نوٹ :

٦ : ابن حجر عسقلانیؒ المتوفی ٨٥٢ھ نے دلیل کے طور پر امام ذہبیؒ المتوفی ٧٤٨ھ کا یہ قول نقل فرمایا ہے ، اور زبیر علی زئی صاحب کے اصول کے مطابق ابن حجرؒ نے سکوت کے ذریعہ اس کی تائید کی ہے۔ **(انوار الطریق،از علی زئی:ص٨)** اسی طرح حافظؒ ایک ور مقام پر ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "قلت وليس بمجهول فقد روى عنه هؤلاء ووثقه ابن حبان ﷺ"میں کہتا ہوں کہ زکریا بن الحکمؒ مجہول نہیں اس لئے کہ ان سب لوگوں نے ان سے روایت کیا ہے اور ابن حبانؒ ان کو ثقہ کہا ہے۔ (لسان المیزان جلد :٣ صفحہ :٥٠٤)

وضاحت : ابن حبانؒ کا متساہل ہونا سب کو معلوم ہے لیکن پھر بھی ابن حجرؒ مجہول نہیں قرار دیا اور وجہ یہ بیان کی کہ ان سے چار لوگوں نے رویت کیا ہے۔معلوم ہوا کہ ابن حجرؒ کے نزدیک بھی یہی قاعدہ ہے کہ جب کسی راوی سے دو یا دو سے زیادہ لوگ روایت کرتے ہیں تو وہ مجہول نہیں رہتا۔

۷:امام ماردینیؒ المتوفی ۷۵۰ھ فرماتے ہیں کہ " قلت لیس بمجھول لان ابن ماجۃ اخرج لہ وروی عنہ الوحاظی وبقیۃ " میں کہتا ہوں کہ ابو بکر العنسیؒ مجہول نہیں ہیں اس لئے کہ ابن ماجہؒ نے ان کی تخریج کی ہے اور ان سے الوحظیؒ اور بقیہؒ نے روایت کیا ہے۔ (الجوہر النقی جلد :۲ صفحہ :۳۴۵)

۸:امام ابو عبداللہ بدرالدین الزرکشیؒ المتوفی ۷۹۴ھ کہتے ہیں کہ " لیس بمجھول فقد روی عنہ المصفی" ابان بن حاتم مجہول نہیں ہیں اس لئے کہ ان سے محمد بن المصفیؒ نے رویت کیا ہے۔(النکت للزرکشی جلد :۳ صفحہ :۳۸۷)

۹:امام ذکی الدین عبد العزیز المنذریؒ المتوفی ۶۵٦ھ فرماتے ہیں کہ" فقد روی عنہ یونس ایضا کما ذکرنا وغیرھو لیس بمجھول " ابوشدادؒ سے یونسؒ نے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ ہم نے اس کے علاوہ ذکر کیا ہے اور مجہول نہیں ہیں۔(الترغیب والترھیب جلد؛ ۴ صفحہ ؛۲۹)

۱۰:امام جمال الدین مزیؒ المتوفی ۷۴۲ھ فرماتے ہیں کہ "ان الجھنی معروف ولیس بمجھول قد روی عنہ غیر واحد کما تقدم"بے شک جہنی معروف ہیں مجہول نہیں ہیں ان سے ایک زیادہ لوگوں نے روایت کیا ہے جیسا کہ گذر چکا۔(تہذیب الکمال جلد :۲۷ ،صفحہ :۵٦)

۱۱:امام ابن ابی حاتمؒ المتوفی ۳۲۷ھ فرماتے ہیں کہ "حدثنا عبدالرحمن قال سألت أبی عن روایۃ الثقات عن رجل غیر ثقۃ مما یقویہ؟ قال اذا کان معروفا بالضعف لم تقوہ روایتھ عنہ واذا کان مجھولا نفعہ روایۃ الثقۃ عنہ" میں نے اپنے والد سے ثقہ راویوں کا غیر ثقہ سے روایت کرنے کے بارے میں سوال کیا کہ :کیا ثقات کا روایت کرنا اسے فائدہ دیگا امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ غیر ثقہ جب اپنے ضعف میں معروف ہو تو وہ اس کو فائدہ نہیں دیگا ،اور جب غیر ثقہ مجہول ہو تو ثقہ راویوں کا اس سے روایت کرنا اسے فائدہ دیگا۔(کتاب الجرح والتعدیل جلد ؛۲ صفحہ ؛ ۳٦)

۱۲:امام ابو بکر البزارؒ المتوفی ۲۹۲ھ فرماتے ہیں کہ "من روی عنہ ثقتان فقد ارتفعت جھالتہ وثبتت عدالتہ " جس سے دو ثقہ راوی روایت کریں تو اس کی جہالت ختم ہو جاتی ہے اور اس کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے۔(کتاب الاشربہ للبزارؒ،بہ حوالہ النکت للزرکشیؒ جلد ؛۳ صفحہ ؛۳۷۸)

۱۳: امام دارقطنیؒ المتوفی ۳۸۵ھ بھی فرماتے ہیں کہ" من روی عنہ ثقتان فقد ارتفعت جھالتہ وثبتت عدالتہ " جس سے دو ثقہ راوی روایت کریں اس کی جہالت ختم ہو جاتی ہے اور اس کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے۔(سنن دار قطنی :کتاب الحدود والدیات بہ حوالہ النکت للزرکشی جلد ؛۳ ،صفحہ ؛ ۳۷۸ ،،فتح المغیث للسخاوی جلد ؛۲، صفحہ ؛۵۴ ولفظ لہ)

الغرض ان ساری تفصیلات سے معلوم ہوا کہ جس مجہول راوی سے دو یا دو سے زیادہ راوی روایت کریں تو وہ مجہول نہیں رہتا بلکہ مقبول ہو جاتا ہے۔

روایت نمبر ۳: (حسن بصریؒ کی روایت پر اعتراض کا جواب)

امام ابو داؤدؒ (المتوفی ۲۷۵؁ھ) فرماتے ہیں:

حدثنا شجاع بن مخلد، حدثنا ھشیم، أخبرنا یونس بن عبید، عن الحسن أن عمر بن الخطاب ﷺ جمع الناس علی أبی بن کعب فکان یصلی لھم عشرین رکعۃ۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے رمضان میں نماز تراویح پڑھانے کے لئے حضرت اُبی بن کعبؓ کی امامت پر لوگوں کو جمع کیا تو اُبی بن کعبؓ ان کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔ (سنن أبو دائود بحوالہ سیر أعلام النبلاء: جلد نمبر: ا صفحہ نمبر: ۴۰۱، ۴۰۰)

اس روایت کے رواۃ کی تفصیل یہ ہے:

۱: امام ابو داؤدؒ (المتوفی ۲۷۵؁ھ) مشہور، ثقہ، اور امام ہیں۔ (التقریب)

۲: شجاع بن مخلدؒ (المتوفی ۲۳۵؁ھ) صحیح مسلم کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں (اکمال تہذیب الکمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۹)

۳: ہشیم بن بشیرؒ (المتوفی ۱۸۳؁ھ) صحیحین کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں (التقریب: رقم: ۷۳۱۲)

۴: یونس بن عبیدؒ (المتوفی ۱۳۹؁ھ) صحیحین کے راوی ہیں ثقہ، مضبوط، فاضل اور تقوی والے ہیں۔ (التقریب: رقم نمبر ۷۹۰۹)

۵: امام حسن البصریؒ (المتوفی ۱۱۰؁ھ) صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مرکزی راوی ہیں، ثقہ، فقیہ اور مشہور ہیں۔ (التقریب رقم نمبر: ۱۲۲۷) لہذا یہ سند صحیح ہے۔

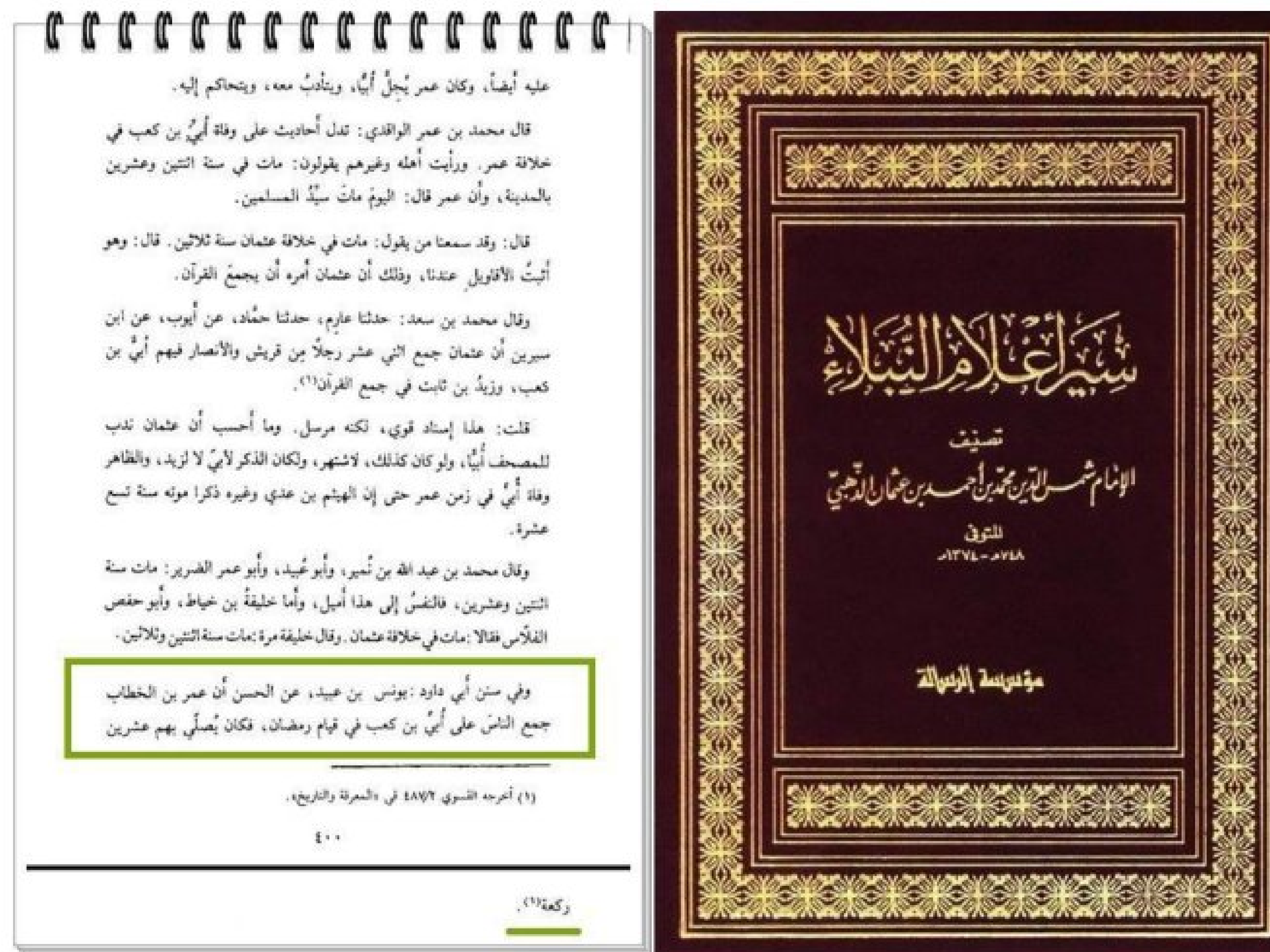
اعتراض نمبر ۱: فرقہ اہل حدیث کے عالم کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس روایت میں بیس رات ذکر ہے کسی نے تحریف اسے بیس رکعت بنا دیا۔ (مسنون تراویح ص: ۹۶)

الجواب: احناف سے پہلے اس روایت کو

۱: امام ذہبیؒ (المتوفی ۷۴۸؁ھ) نے ۲۰ رکعت کے لفظ کے ساتھ نقل کیا ہے، فرماتے ہیں:

فی سنن أبی داؤد یونس بن عبید عن الحسن أن عمر بن الخطاب ﷺ جمع الناس علی أبی بن کعب فی قیام رمضان فکان یصلی بھم عشرین رکعۃ۔ (سیر أعلام النبلاء للذہبی جلد: ا صفحہ: ۴۰۱)

اسکین:



عليه أيضاً، وكان عمر يُجِلُّ أُبيًّا، ويتأدبُ معه، ويتحاكم إليه.

قال محمد بن عمر الواقدي: تدل أحاديث على وفاة أُبيٍّ بن كعب في خلافة عمر. ورأيت أهله وغيرهم يقولون: مات في سنة اثنتين وعشرين بالمدينة، وأن عمر قال: اليومَ ماتَ سيِّدُ المسلمين.

قال: وقد سمعنا من يقول: مات في خلافة عثمان سنة ثلاثين. قال: وهو أثبتُ الأقاويلِ عندنا، وذلك أن عثمان أمره أن يجمعَ القرآن.

وقال محمد بن سعد: حدثنا عارم، حدثنا حمّاد، عن أيوب، عن ابن سيرين أن عثمان جمع اثني عشر رجلاً من قريش والأنصار فيهم أُبيٌّ بن كعب، وزيدُ بن ثابت في جمع القرآن[1].

قلت: هذا إسناد قوي، لكنه مرسل. وما أحسب أن عثمان ندب للمصحف أُبيًّا، ولو كان كذلك، لاشتهر، ولكان الذكر لأبيٍّ لا لزيد، والظاهر وفاة أُبيٍّ في زمن عمر حتى إن الهيثم بن عدي وغيره ذكرا موته سنة تسع عشرة.

وقال محمد بن عبد الله بن نُمير، وأبو عُبيد، وأبو عمر الضرير: مات سنة اثنتين وعشرين، فالنفسُ إلى هذا أميل، وأما خليفةُ بن خياط، وأبو حفص الفلّاس فقالا: مات في خلافة عثمان. وقال خليفة مرة: مات سنة اثنتين وثلاثين.

وفي سنن أبي داود: يونس بن عبيد، عن الحسن أن عمر بن الخطاب جمع الناسَ على أُبيِّ بن كعب في قيام رمضان، فكان يُصلِّي بهم عشرين

(١) أخرجه الفسوي ٤٨٧/٢ في «المعرفة والتاريخ».

٤٠٠

ركعة[1].

اگر امام ذہبیؒ ابوداوٗد کی روایت میں بیس رکعت تراویح نقل کریں تو فرقہ اھل حدیث کے ابوزید ضمیر اپنے آڈیو بیان میں اسے غلطی کہتے ہیں[22] لیکن جب یہی روایت احناف بیان کریں تو فرقہ اہل حدیث کے کفایت اللہ صاحب اسے تحریف کہتے ہیں۔ (مسنون رکعات تراویح : ص ۹۶)

یہ دوغلی پالیسی کیوں ؟

کیا یہ فرقہ اہل حدیث کی احناف سے کھلی دشمنی اور بغض کا ثبوت نہیں ہے ؟

۲: امام موفق الدین بن قدامہ حنبلی (المتوفی ۶۲۰ھ) نے بھی اس روایت کو بیس رکعت کے لفظ کے ساتھ نقل کیا ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں۔۔۔۔وقد روی الحسن أن عمر رضی اللہ عنہ جمع الناس علی أبی بن کعب فکان یصلی لھم **عشرین رکعة**۔ (المغنی جلد: ۲ صفحہ: ۵۸۰)

اسکین:

المغنی

لموفق الدین أبی محمد عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة
المقدسی الجماعیلی الدمشقی الصالحی الحنبلی
۵۴۱-۶۲۰ هـ

تحقیق

الدکتور
عبد الله بن عبد المحسن الترکی

الدکتور
عبد الفتاح محمد الحلو

الجزء الثانی

دار عالم الکتب
للطباعة والنشر والتوزیع
الریاض

کان رسول الله ﷺ یوتر ؟ قالت : کان یوتر بأربع وثلاثٍ وستٍّ وثلاثٍ ، وثمانٍ وثلاثٍ ، وعشرٍ وثلاثٍ ، ولم یکن یوتر بأقل من سبعٍ ، ولا بأکثر من ثلاث عشرة . رواه أبو داود(۹) .

۲/۱۰۷و **۲۴۵** – / مسألة ؛ قال : (یقنت فیها)

یعنی أن القنوت مسنون فی الوتر ، فی الرکعة الواحدة ، فی جمیع السنة . هذا المنصوص عند أصحابنا ، وهذا قول ابن مسعود ، وإبراهیم ، وإسحاق ، وأصحاب الرأی . ورُوی ذلک عن الحسن . وعن أحمد روایة أخری ، أنه لا یقنت إلا فی النصف الأخیر من رمضان . وروی ذلک عن علی وأبیّ . وبه قال ابن سیرین ، وسعید بن أبی الحسن(۱) ، والزهری ، ویحیی بن وثاب(۲) ، ومالک والشافعی . واختاره أبو بکر الأثرم ؛ لما روی عن الحسن ، أن عمر جمع الناس علی أبیّ بن کعب ، فکان یصلی لهم عشرین لیلة(۳) ، ولا یقنت إلا فی النصف الباقی(۴) . رواه أبو داود(۵) ، وهذا کالإجماع . وقال قتادة : یقنت فی السنة

= الوتر بخمس ، وباب کیف الوتر بسبع ، وباب کیف الوتر بتسع ، من کتاب قیام اللیل . المجتبی ۳ / ۱۹۸ ، ۲۰۰ . وأخرج الترمذی حدیث أم سلمة فی أن رسول الله ﷺ کان یوتر بسبع ، ثم قال : وفی الباب عن عائشة . انظر : باب ما جاء فی الوتر بسبع ، من أبواب الوتر . عارضة الأحوذی ۲ / ۲۴۵ . وأخرج ابن ماجه حدیث عائشة فی أن رسول الله ﷺ کان یوتر بتسع وبسبع ، وحدیث أم سلمة فی أنه کان یوتر بسبع أو بخمس ، فی : باب ما جاء فی الوتر بثلاث وخمس وسبع وتسع ، من کتاب إقامة الصلاة . سنن ابن ماجه ۱ / ۳۷۶ . وأخرج الإمام أحمد حدیث عائشة فی الوتر بتسع وبسبع ، فی : المسند ۶ / ۲۲۷ ، وحدیث أم سلمة ، فی الوتر بخمس ، فی : المسند ۶ / ۲۹۰ ، ۳۱۰ ، ۳۲۱ .
(۹) فی : باب فی صلاة اللیل ، من کتاب التطوع . سنن أبی داود ۱ / ۳۱۳ . کما أخرجه الإمام أحمد ، فی : المسند ۶ / ۱۴۹ .

(۱) سعید بن أبی الحسن ، واسمه یسار ، الأنصاری مولاهم ، البصری ، تابعی ثقة ، توفی سنة مائة . تهذیب التهذیب ۴ / ۱۶ .
(۲) فی ا ، م : « ثابت » خطأ .
(۳) فی الأصل : « رکعة » .
(۴) فی ا ، م : « الثانی » .
(۵) فی : باب القنوت فی الوتر ، من کتاب الوتر . سنن أبی داود ۱ / ۳۳۱ .

۵۸۰

۳: امام ابن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) بیس راتوں کے بجائے بیس رکعت نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

أن عمر جمع الناس علی أبی فکان یصلی بھم **عشرین رکعة** الحدیث۔ورواہ أبو داؤد (جامع المسانید والسنن لابن کثیر صفحہ ۸۶: جلد: ۱)

۴: امام شمس الدین بن قدامہؒ (المتوفی ۶۸۲ھ) نے بھی بیس رکعت کے الفاظ کے ساتھ یہ روایت نقل فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں:

[22] Taraweeh ki Rakaat - Ek Tahqeeq - Part 4 of 5 | Abu Zaid Zameer (Timing 21 Min : 17 Sec) https://youtu.be/pwytc3a5JJ0?t=21m17s

لما روی أن عمر جمع الناس علی أبی بن کعب فکان یصلی بھم **عشرین رکعة** ولا یقنت الا فی النصف الثانی، رواہ أبو داؤد۔ (الشرح الکبیر لابن قدامہ جلد:۴ صفحہ:۱۲۵)

اسکین:

المقنع
لموفق الدين أبي محمد عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة المقدسي
٥٤١ – ٦٢٠هـ
و:
الشرح الكبير
لشمس الدين أبي الفرج عبد الرحمن بن محمد بن أحمد بن قدامة المقدسي
٥٩٧ – ٦٨٢هـ
ومعهما:
الإنصاف
في معرفة الراجح من الخلاف
لعلاء الدين أبي الحسن علي بن سليمان بن أحمد المرداوي
٨١٧ – ٨٨٥هـ
تحقيق
الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي
الجزء الرابع
الصلاة
هجر

المقنع ....

الشرح الكبير

واختاره الأثرم ؛ لما رُوِيَ أنَّ عُمَرَ جَمَعَ النَّاسَ على أُبَيِّ بن كَعْبٍ ، فكان يُصَلِّي بهم عِشْرِين(١) ، ولا يَقْنُتُ إلَّا في النِّصْفِ الباقِي(٢) . رَواه أبو داودَ(٣) . وهذا كالإجْماعِ . وقال قَتادَةُ : يَقْنُتُ في السَّنَةِ كلِّها إلَّا في النِّصْفِ الأوَّلِ مِن رمضانَ ؛ لهذا الخَبَرِ . والرِّوايَةُ الأولَى هي المَشْهُورَةُ . قال أحمدُ ، في رِوايَةِ المَرُّوذِيِّ : كُنْتُ أذْهَبُ إلى أنَّه في النِّصْفِ مِن شَهْرِ رمضانَ ، ثم إنِّي قَنَتُّ(٤) ، هو دُعاءٌ وخَيْرٌ . وذلك لِما رَوَى أُبَيٌّ ، أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ كان يُوتِرُ ، فيَقْنُتُ قبلَ الرُّكُوعِ(٥) . وحَدِيثُ عليٍّ ، أنَّ النبيَّ ﷺ كان يقولُ في آخِرِ وِتْرِه : « اللَّهُمَّ إنِّي أعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ » . الحديثُ(٦) . وكان للدَّوامِ ، وفِعْلُ أُبَيٍّ يَدُلُّ على أنَّه رَأْيُه(٧) . ونحن لا نُنْكِرُ الاخْتِلافَ في هذا ، ولأنَّه وِتْرٌ ، فيُشْرَعُ فيه القُنُوتُ ، كالنِّصْفِ الأخِيرِ .

الإنصاف

جميعَ الشَّهْرِ ، أو نِصفَه الأخيرَ ، أو لم يَقْنُتْ بحالٍ ، فقد أحسَنَ .

قوله : بعدَ الرُّكُوعِ . يعْنِي ، على سَبِيلِ الاسْتِحْبابِ ، فلو كبَّر ورفَع يدَيْه ، ثم قنَت قبلَ الرُّكوعِ ، جازَ ، ولم يُسَنَّ . على الصَّحيحِ مِنَ المذهبِ ، وعليه أكثرُ الأصحابِ ، وقطَع به كثيرٌ منهم . وعنه ، يُسَنُّ ذلك . وقيل : لا يجوزُ ذلك . قدَّمه

(١) في الأصل : « عشرين ركعة » . وفي أبي داود : « عشرين ليلة » .
(٢) في م : « الثاني » .
(٣) في : باب القنوت في الوتر ، من كتاب الوتر . سنن أبي داود ١ / ٣٣١ .
(٤) في تش : « قلت » .
(٥) أخرجه ابن ماجه ، في : باب ما جاء في القنوت قبل الركوع وبعده ، من كتاب إقامة الصلاة . سنن ابن ماجه ١ / ٣٧٤ .
(٦) في : باب ما جاء في فضل الوتر وحكمه ... منحة المعبود في ترتيب مسند الطيالسي ١/١١٨ .
(٧) في م : « رآه » .

١٢٥

۵: امام احمد بن فرح اللخمی الشافعی (المتوفی ۶۹۹ھ) بھی اس روایت کو بیس رکعت کے لفظ کے ساتھ نقل کرتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

دلیلنا ما روی أبو داؤد عن الحسن أن عمر جمع الناس علی أبی و کان یصلی لھم **عشرین رکعة** و لا یقنت بھم الا فی النصف الثانی۔ (مختصر خلافیات البیہقی لأحمد بن فرح جلد:۲ صفحہ:۲۷۷) **اسکین ملاحظہ فرمائے**

مختصر
خلافيات البيهقي
لأحمد بن فرح اللخمي الإشبيلي الشافعي
المتوفى سنة ٦٩٩هـ
تحقيق ودراسة
الدكتور ذياب عبد الكريم ذياب عقل
الجزء الثاني
مكتبة الرشد — الرياض
شركة الرياض — للنشر والتوزيع

مسألة (١٤١):

ويقنت في الوتر من طريق السنة في النصف الأخير من شهر رمضان(١)، قال أبو حنيفة: في جميع السنة(٢) ودليلنا: ما روى أبو داود عن الحسن أن عمر جمع الناس على أبي وكان يصلي لهم عشرين ركعة، ولا يقنت بهم إلا في النصف الثاني(٣) فإذا كان العشر الأواخر تخلف فصلى في بيته وكانوا يقولون: أبق أبي»(٤) وروى أبو داود أيضاً عن محمد عن بعض أصحابه أن أبي بن كعب رضي الله عنه أمهم يعني في رمضان فكان يقنت في النصف الآخر من رمضان»(٥) وروى الحارث عن علي رضي الله عنه: أنه كان يقنت في النصف الأخير من رمضان(٦)، وروي عن قتادة عن الحسن قال: أمنا علي بن أبي طالب رضي الله عنه في زمن عثمان رضي الله عنه عشرين ليلة ثم احتبس فقال بعضهم قد تفرغ لنفسه، ثم أمهم أبو حليمة معاذ القاري»(٧) فكان

(١) مغني المحتاج (١/ ٢٢٢) المجموع (٣/ ٥٢٠) روضة الطالبين (١/ ٣٣٠).
(٢) الهداية (١/ ٦٥ ـ ٦٦) وشرح فتح القدير (١/ ٤٢٠) الاختيار (١/ ٥٤) ونصب الراية (٢/ ١٢٢) وما بعدها.
(٣) في أ، ب: الباقي: وهو الصواب كما هو في نص أبي داود.
(٤) أخرجه أبو داود (١٤٢٩) الصلاة ـ باب القنوت من الوتر.
قال الزيلعي في نصب الراية (٢/ ١٢٦) وهذا منقطع فإن الحسن لم يدرك عمر، ثم هو فعل صحابي.
(٥) أخرجه أبو داود (١٤٢٨) في الموضع السابق.
وقال الزيلعي في الموضع السابق: فيه مجهول، ونقل عن النووي في «الخلاصة» قوله: الطريقان ضعيفان، قال أبو داود وهذان الحديثان يدلان على ضعف حديث أبي بن كعب أن النبي قنت في الوتر ا.هـ.
(٦) السنن الكبرى (٢/ ٤٩٨). الصلاة: باب من قال لا يقنت في الوتر إلا في النصف الأخير من رمضان.
(٧) معاذ بن الحارث الأنصاري، النجاري القارىء، قيل هو أبو حليمة، أحد من أقامه عمر بمصلى التراويح، ويقال هو آخر، يكنى أبا الحارث، صحابي صغير، استشهد بالحرة سنة (٦٣ هـ/ د الإصابة (٣/ ١/ ٤٢٧) والتقريب (٢/ ٤٥٦).

٢٧٧

۶: امام محمد بن موسیٰ الدمیریؒ (المتوفی ۸۰۸؁ھ) بھی ابو داؤد کی اس روایت کو بیس رکعت کے لفظ کے ساتھ نقل کرتے ہیں لکھتے ہیں:

لماروی الحسن البصری أن عمر جمع الناس علی أبی بن کعب فکان یصلی بھم عشرین رکعة۔ (النجم الوہاج جلد: ۲ صفحہ: ۲۹۸)

اسکین:

النجم الوهاج
في شرح المنهاج
للإمام العلامة المتقن المحدث الفقيه اللغوي
كمال الدين أبي البقاء محمد بن موسى بن عيسى الدميري
رحمه الله تعالى
(۷۴۲ - ۸۰۸ هـ)
المجلد الثاني
الصلاة - صلاة الجماعة
دار المنهاج

وَيُنْدَبُ ٱلْقُنُوتُ آخِرَ وِتْرِهِ فِي ٱلنِّصْفِ ٱلثَّانِي مِنْ رَمَضَانَ ، وَقِيلَ : كُلَّ ٱلسَّنَةِ . . .

ويستحب أن يقول بعد الوتر : « سبحان الملك القدوس » ثلاثاً ؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول ذلك ، رواه أبو داوود [۱٤۲۵] بإسناد صحيح ، وفي رواية أحمد [۳/٤۰٦] والنسائي [۳/۲٤۵] : (كان يمد صوته بالثالثة) .

ويستحب أن يقول بعده أيضاً : « اللهم ؛ إني أعوذ برضاك من سخطك ، وبمعافاتك من عقوبتك ، وبك منك ، لا أحصي ثناء عليك أنت كما أثنيت على نفسك » ، ففي « سنن أبي داوود » [۱٤۲۲] و« الترمذي » [۳۵٦٦] و« النسائي » [۳/۲٤۹] أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقوله في آخر وتره .

قال : (**ويندب القنوت آخر وتره في النصف الثاني من رمضان**) ؛ لما روى الحسن البصري : أن عمر جمع الناس على أبي بن كعب ، فكان يصلي بهم عشرين ركعة ، ولا يقنت بهم إلا في النصف الثاني ، فإذا كانت العشر الأواخر . . تخلف فصلى في بيته ، رواه أبو داوود [۱٤۲۹] وهو منقطع ؛ لأن الحسن ولد لسنتين بقيتا من خلافة عمر .

واستدل له الشيخ في « المهذب » بأن عمر رضي الله عنه قال : (السنة إذا انتصف الشهر من رمضان أن يلعن الكفرة في الوتر بعدما يقول : سمع الله لمن حمده) ، قال الحافظ زكي الدين عبد العظيم : وهو صحيح رواه البخاري ومسلم؟![1]

ومراده : أن أصل الحديث في « الصحيحين » [خ ۴۵٦۰ ـ م ٦۷۵] ، أما هذه الزيادة التي هي من كلام عمر وهي المقصودة هنا . . فليست فيهما .

قال : (**وقيل : كل السنة**) ؛ لظاهر خبر أبي . وهو قول أربعة من أصحابنا : الزبيري وأبو الوليد النيسابوري وابن عبدان وأبو منصور بن مهران ، واختاره الروياني وذكر : أنه اختيار مشايخ طبرستان ، وقال أبو حاتم القزويني : إن عليه إجماع العامة[2] وبه الفتوى .

واختاره المصنف في « التحقيق » ؛ لحديث الحسن بن علي قال : (علمني

(۱) قال ابن حجر في «التلخيص» (۲/ ۲٤): رويناه في فوائد أبي الحسن بن رزقويه . . . ثم قال : إسناده حسن .
(۲) في (ز) : (الأمة) .

۲۹۸

۷: امام ماوردیؒ (المتوفی ۴۵۰؁ھ) نے بھی اس روایت کو بیس رکعت کے لفظ کے ساتھ نقل کیا ہے فرماتے ہیں:

دلیلنا روایة یونس بن عبید عن الحسن البصری أن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس علی أبی وقال: صل بھم عشرین رکعة ولا تقنت بھم الا فی النصف الأخیر۔ (الحاوی الکبیر جلد: ۲ صفحہ: ۲۹۲) **اسکین ملاحظہ فرمائے**

الحاوي الكبير
في فقه مذهب الإمام الشافعي رضي الله عنه
وهو شرح مختصر المزني
تصنيف
أبي الحسن علي بن محمد بن حبيب الماوردي البصري
تحقيق وتعليق
الشيخ علي محمد معوض — الشيخ عادل أحمد عبد الموجود
قدم له وقرظه
الأستاذ الدكتور محمد بكر إسماعيل أستاذ بجامعة الأزهر — الأستاذ الدكتور عبد الفتاح أبو سنة جامعة الأزهر
الجزء الثاني
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

۲۹۲ ـــــ كتاب الصلاة/ باب صلاة التطوع وقيام شهر رمضان

وأما القنوت في صلاة الصبح فقد ذكرنا أنه سنة في جميع الدهر ودللنا عليه.

فأما القنوت في الوتر فغير سنة في شيء من السنة إلا في النصف الأخير من شهر رمضان.

وقال أبو حنيفة: القنوت سنة في الوتر في جميع السنة تعلقاً برواية أبيّ بن كعب أن النبي ﷺ كان يقنت في الوتر.

ودليلنا رواية يونس بن عبيد عن الحسن البصري أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه جمع الناس على أبيّ وقال: صل بهم عشرين ركعة، ولا تقنت بهم إلا في النصف الأخير، فصلى بهم في العشر الأول والعشر الثاني، وتخلف في منزله في العشر الثالث فقالوا ابق أبيّ وقدموا معاذاً فصلى بهم بقية الشهر وقنت في العشر الأواخر. فدل ذلك من فعلهم على أن القنوت سنة في النصف الأخير من شهر رمضان لا غير.

فأما روايتهم عن أبيّ أن رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَنَتَ فِي الوِتْرِ فَلَيْسَ بِثَابِتٍ لأن أبيًا لم يكن يقنت إلا في النصف الأخير من رمضان.

قال المزني: سألنا الشافعي أكان رسول الله ﷺ يقنت في الوتر فقال: لا يحفظ عنه قط، وحسبك بالشافعي يقول هذا على أنه إن كان روي فيجوز أن يكون في مدة الشهر حين كان يقنت في سائر الصلوات ثم ترك.

مسألة: **قَالَ الشَّافِعِيُّ** رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: «وَآخِرُ اللَّيْلِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَوَّلِهِ وَإِنْ جَزَّأَ اللَّيْلَ أَثْلاثاً فَالأَوْسَطُ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يَقُومَهُ».

قال الماوردي: وهذا صحيح إذا أحب المصلي أن يجزىء ليله جزأين أحدهما: لنومه أو لشغله والآخر لصلاته، فالجزء الأخير أحبّ إلينا أن يجعله لصلاته لقوله سبحانه: ﴿وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالأَسْحَارِ﴾ [آل عمران: ۱۷]؛ ولما روي عن ابن عباس قال بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَنَامَ بَعْدَ العَشَاءِ إِلَى أَنْ انْتَصَفَ اللَّيْلُ وَقَامَ مِنْ نِصْفِ اللَّيْلِ إِلَى أَنْ جَاءَ بِلاَلٌ ولأنه إذا قدم نومه كان ذلك أسكن لجسده، وأخلى لقلبه، وأنقى لروعه، وأمكن له في عادته وأما إن اختار أن يجزىء ليله أثلاثاً فيجعل ثلثاً لنومه وثلثاً لصلاته وثلثاً لنظره في أمره فالثلث الأوسط أحب إلينا أن يجعله لصلاته لقوله سبحانه: ﴿إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلاً﴾ [المزمل: ٦] يعني: ناشئة ما تنشأ في أثناء الليل حالاً بعد حال.

وروي عن النبي ﷺ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ أَفْضَلِ الأَعْمَالِ فَقَالَ الصَّلاةُ فِي اللَّيْلِ البَهِيمِ يعني: الأسود.

وروي عن النبي ﷺ أنه قال: «أَفْضَلُ الصَّوْمِ صَوْمُ أَخِي دَاوُدَ كَانَ يَصُومُ يَوْماً، وَيُفْطِرُ

نوٹ:۱ امام ابو داوٗدؒ (المتوفی ۲۷۵ھ) اور امام ماوردیؒ (المتوفی ۴۵۰ھ) کے درمیان صرف ۱۷۵ سال کا فرق ہے۔

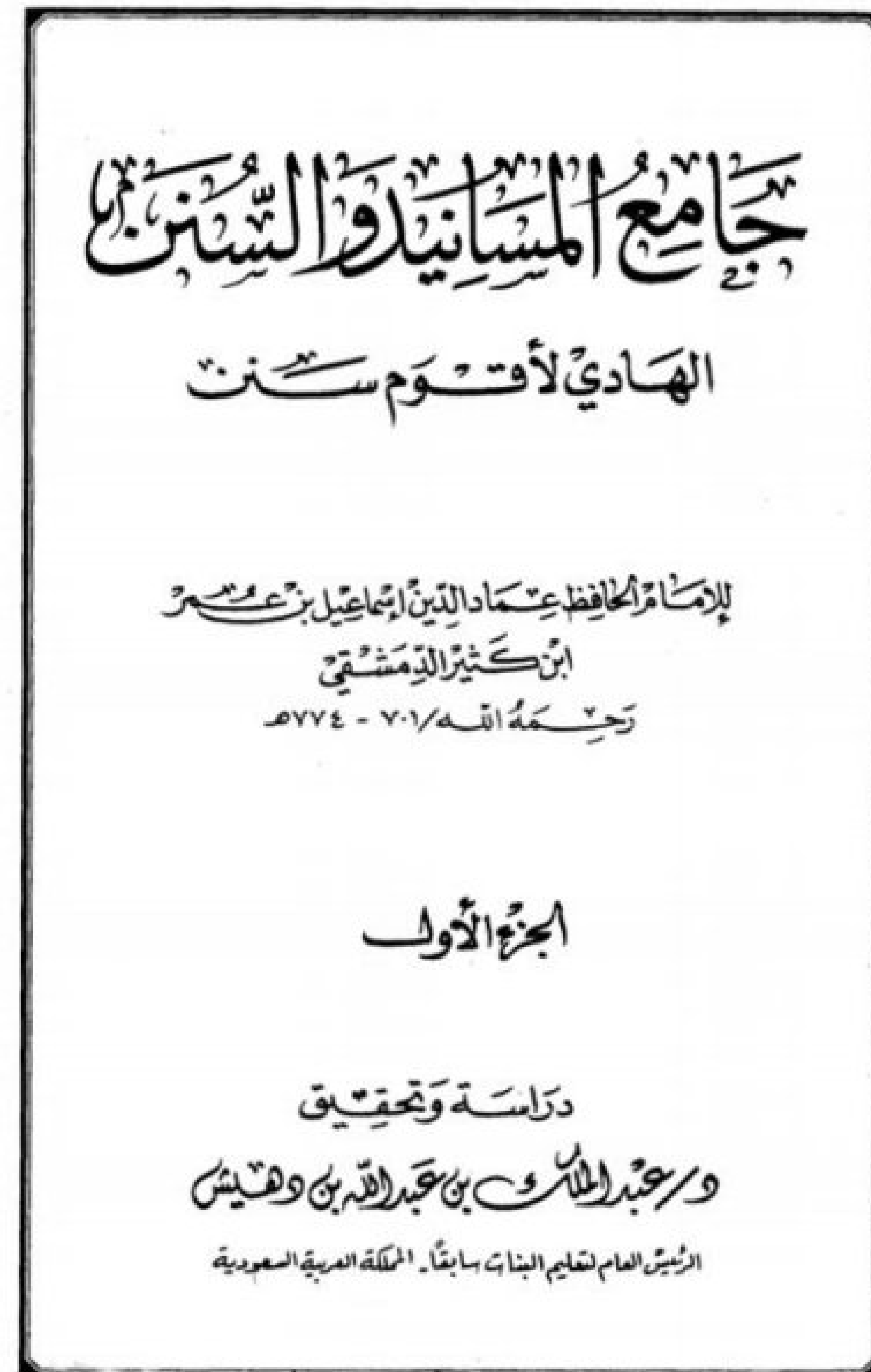
نوٹ:۲ یہ سارے فقہاء اور محدثین شافعی اور حنبلی مسلک کے ہیں۔ ہماری غیر مقلدین اہلحدیث سے عموماً کفایت اللہ صاحب سے خصوصاً گزارش ہے کہ کیا ان سب فقہاء و محدثین نے تحریف کی ہے؟

اعتراض:۲ کفایت اللہ صاحب نے مزید کہا ہے کہ بہر حال یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ حسن بصری کی ملاقات عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے،

الجواب: امام ابن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) ابو داؤد کی اس روایت کی سند بیان فرماتے ہیں کہ:

إن عمر جمع الناس على أبي فكان يصلي بهم عشرين ركعة الحديث ورواه أبو داؤد عن شجاع بن مخلد عن هشيم عن يونس بن عبيد عن الحسن عن أبي۔ (جامع المسانید والسنن لابن کثیر جلد:۱ صفحہ:۸۶)

اسکین:



٨٦ الجزء الأول

الله . تركتَ آية كذا وكذا . فقال النبي ﷺ : [قد علمت](١) إن كان أحدٌ أخذها عليّ فإنّك أنت هو(٢) » . تفرّدَ به الحسن عن أبي .

٢٩ – حدثنا [عبد الله حدثنا أبي حدثنا](٣) هشيم ، أخبرنا يُونس ، عن الحسن : «أن عمر أراد [أن] ينهى عن مُتعة الحج ، فقال له أُبيّ : ليس لك ذاك(٤) ، قد تمتّعنا مع رسول الله ﷺ ، وَلَمْ يَنْهنا عن ذلك ، فأضربَ [عن ذلك] عُمَرُ ، وأراد أن ينهى عن حُلَل الحِبَرَةِ(٥) لأنّها تُصبغ بالبَول . فقال له أبي : ليس لك قد لَبِسهُنّ النبي ﷺ ، ولبسناهُنّ في عهده »(٦) تفرد به .

(حديث آخر)

٣٠ – أن سَمُرَة ، وعمران بن حصين تذاكرا ، والحديث في ترجمة قتادة عن الحسن عن سَمُرةَ ، وفي ترجمة يونس عن الحسن عن سَمُرَةَ(٧) .

(حديث آخر)

٣١ – «أنّ عمر جمع النّاس على أبي ، فكان يصلي بهم عشرين ركعة» الحديث ورواه أبو داود عن شجاع بن مخلد عن هُشَيم عن يونس بن عُبيد عن الحسن عن أبي(٨) .

(١) ما بين المعكوفين سقط من المخطوط ، وأثبتناه من مسند أحمد .
(٢) الحديث أخرجه أحمد في المسند ٥/١٤٢ من حديث المشايخ عن أبيّ ، ورواه أبو يعلى والضياء في المختارة . الجامع الكبير ٢/٢٣١ .
(٣) ما بين المعكوفين سقط من الناسخ ، وكذلك ما يماثله بعد .
(٤) في المخطوطة : « ذلك » والالتزام بالنص أولى .
(٥) حبرة : على وزن عنبة . برد يماني . النهاية ١/٣٢٨ .
(٦) من حديث المشايخ عن أبيّ في مسند أحمد ٥/١٤٣ .
(٧) الحديث أخرجه أبو داود وابن ماجه في باب السكتة عند الاستفتاح . قال سمرة : « حفظت سكتتين في الصلاة : سكتة إذا كبر الإمام حتى يقرأ ، وسكتة إذا فرغ من فاتحة الكتاب وسورة عند الركوع وقال : فأنكر ذلك عليه عمران بن حصين .
قال : فكتبوا في ذلك إلى المدينة ، إلى أبيّ ، فصدق سمرة » . مختصر السنن ١/٣٧٦ سنن ابن ماجه ١/٢٧٥
(٨) الحديث أخرجه أبو داود « في القنوت في الوتر » ولفظه : « فكان يصلي بهم عشرين ليلة ، ولا يقنت بهم إلا في النصف الباقي » . =

معلوم ہوا کہ یہ روایت حسن بصریؒ نے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

تنبیہ: کچھ محدثین کہتے ہیں کہ حسن بصریؒ کا سماع اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے لہذا یہ روایت مرسل ہے، لیکن ائمہ جرح وتعدیل نے ان کی مراسیل کو صحیح قرار دیا ہے اور اسے قبول کیا ہے۔ مگر ملاحظہ فرمائیں ان کے بارے میں بڑے بڑے ائمہ اور" امیر المومنین فی الحدیث" کیا کہتے ہیں:

(۱) علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں:

حسن بصریؒ کی مرسل حدیثیں ، جنہیں ثقہ راویوں نے ان سے روایت کیا ہے ، وہ صحیح ہیں ، ان میں سے بہت کم ساقط ہیں۔ (التاریخ وأسماء المحدثین وکناہم للمقدمی /۲۰۱)

(۲) ابو زرعہ رازیؒ کہتے ہیں :

ہر حدیث جسے حسن بصریؒ نے (مرسلاً) روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔تو میں نے پایا کی اس حدیث کی اصل ہے اور وہ حدیث ثابت ہے ، سوائے چار حدیثوں کے۔(کتاب الضعفاء لابی زرعہ ۳/۸۵۷)

(۳) یحیی بن سعید القطانؒ کہتے ہیں کہ :

حسن بصریؒ کی مرسل حدیثوں کی اصل موجود ہے ، سوائے ایک دو حدیثوں کے ، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی مرسل حدیثیں اچھی ہیں۔(العلل الصغیر للترمذی /۷۵۴) (شرح علل الترمذی لابن رجب ۱/۵۳۶)

(۴) امام زرکشیؒ کہتے ہیں کہ :

امام الحرمین نے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ نے فرمایا : حسن بصریؒ کی مرسل حدیثیں ان کے نزدیک اچھی ہیں۔ابن رفعہؒ نے یہ بات نقل کرکے کہا ہے کہ اسی وجہ سے امام شافعیؒ اپنی کتاب الام میں حسن بصریؒ کی مرسل حدیثوں سے حجت پکڑتے ہیں۔(النکت علی ابن الصلاح للزرکشی ۱/۴۸۹) اس سے معلوم ہوا کہ حسن بصریؒ کی مرسل حدیثیں امام شافعیؒ کے نزدیک حجت ہیں۔

(۵) حافظ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ :

(ابن الجوزیؒ نے)حضرت حسن بصریؒ کی مرسل حدیثوں کو موضوعات میں شمار کیا تو ابن حجرؒ نے ان پر رد کیا کہ ابن المدینیؒ نے حسن بصریؒ کی مرسل حدیثوں کی تعریف کی ہے۔(الدرر المنثورۃ /۱۰۵) علامہ سیوطیؒ دوسری جگہ کہتے ہیں : شیخ الاسلام ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند حسن بصریؒ تک حسن ہے اور ان کی مرسل حدیثوں کی ابو زرعہ اور ابن المدینیؒ نے تعریف کی ہے ، اس لئے اس کو موضوع کہنے کی کوئی دلیل نہیں۔(تدریب الراوی ۱/۳۳۹)،اس سے معلوم ہوا کہ حسن بصریؒ کی مرسل حدیثیں ابن حجرؒ کے نزدیک حجت ہیں۔

(۶) امام ذہبیؒ کہتے ہیں کہ :

حسن بصریؒ کی یہ مرسل حدیث صحیح ہے کہ صہیبؓ، روم میں(سب سے)پہلے(اسلام لانے والوں میں سے) ہیں۔(تاریخ الاسلام ۲/۳۳۸)،معلوم ہوا امام ذہبیؒ کے نزدیک حسن بصریؒ کی مرسل حدیثیں صحیح ہیں۔

(۷) امام نوویؒ کہتے ہیں کہ :

ابن المدینی اور ابو زرعہ رازیؒ نے حسن بصریؒ کی مرسل حدیثوں کی تعریف کی ہے ، اور اسے رد نہیں کیا ہے۔(تہذیب الاسماء واللغات ۱/۱۶۲)اورزبیر علی زئی صاحب کے اصول کے مطابق امام نوویؒ نے سکوت کے ذریعہ اس کی تائید کی ہے۔ (انوار الطریق،ازعلی زئی: ص۸)

(۸)امام یحیی بن معینؒ فرماتے ہیں : حسن البصری کی مراسیل میں کوئی حرج نہیں ہے۔(موسوعۃأقوال یحیی بن معین : ج۱ : ص ۴۴۵) لہذا اسے مرسل قرار دے کر ضعیف کہنا مردود ہے۔

نیز حضرت حسنؒ نے حضرت اُبَی بن کعبؓ سے تمام حدیثیں حضرت عُتَیّ بن ضمرۃؒ کے واسطہ سے روایت کی ہیں۔ اس وجہ سے ابن ابی خیثمہؒ جو یحیی بن معینؒ کے شاگرد ہیں ، وہ کہتے ہیں کہ :

اگر حسن بصریؒ حضرت اُبَی سے روایت کریں ، تو وہ عُتَیّ بن ضمرۃ السعدی کے واسطے سے ہوگی۔(جامع التحصیل فی احکام المراسیل ۱۶۵/۱۳۵، تحفۃ التحصیل فی ذکر رواۃ المراسیل /۷۵) یہی بات حافظ بوصیریؒ نے بھی کہی ہے : (مصباح الزجاجۃ فی زوائد ابن ماجہ ۲/۵۸/۵۹۹) **لہٰذا حضرت حسنؒ جو حدیث حضرت اُبَی سے روایت کریں ، اس کو حضرت عتیؒ کے واسطہ سے متصل سمجھا جائے گا۔** الغرض معلوم ہوا کہ حسن بصریؒ کی اُبَی بن کعبؓ سے یہ روایت مسند ہے، لہٰذا کفایت اللہ صاحب کا اعتراض باطل و مردود ہے۔

اعتراض نمبر ۳ : ممکن ہے کہ کفایت اللہ صاحب اپنے مسلک کے تعصب میں کہہ سکتے ہیں کہ اس روایت میں اُبَی بن کعبؓ کا اضافہ تو ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے وہ اَبو داوٗد کے اکثر نسخوں میں موجود نہیں ہے۔

الجواب: یہ ہے کہ خود کفایت اللہ صاحب زبیر علی زئی کو امام بخاری کی ایک جرح کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ـــــ "اگر کوئی یہ کہے کہ امام کثیرؒ کا قول امام بخاری کی تاریخ الاوسط میں ہے لیکن اصل کتاب میں والحدیث معلول (حدیث کے معلول ہونے) کے الفاظ نہیں ہیں تو عرض ہے کہ اس کا زیادہ سے زیادہ مطلب ہوا کہ تاریخ الاوسط کے بعض نسخوں میں یہ عبارت ناقص ہے اور امام ابن کثیرؒ کے سامنے تاریخ الاوسط کا جو نسخہ تھا اس میں یہ عبارت مکمل تھی اور نسخوں میں اختلاف عام بات ہے۔ آج بھی مخطوطات کی تحقیق کے وقت کے دیگر نسخوں سے عبارت کو مکمل کیا جاتا ہے، بلکہ دیگر اہل علم کے منقولات سے بھی نسخوں کی ناقص عبارتیں درست کی جاتی ہیں۔

لہٰذا ابن کثیرؒ کے سامنے جو نسخہ تھا اس نسخے میں یہ قول مکمل تھا اور بعض دیگر نسخوں میں یہ قول ناقص ہے۔ لہٰذا تمام نسخوں کو دیکھتے ہوئے یہ عبارت مکمل ہوگی اور حجت ہوگی۔ (حدیث یزید محدثین کی نظر میں ص:۲۸) **اسکین ملاحظہ فرمائے:**

حدیث یزید، محدثین کی نظر میں 1

﴿فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِيْنَ﴾
اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون
(۲۹/العنکبوت:۳)

زبیر علی زئی صاحب کی تہمت تراشیوں اور افتراپردازیوں کا جواب

حدیث یزید، محدثین کی نظر میں

امام ابن القیم رحمہ اللہ (المتوفی ۷۵۱ھ) نے فرمایا:

''کل حدیث فیه ذم یزید فکذب''

''ہر وہ حدیث جس میں یزید کی مذمت ہے وہ جھوٹی ہے''

[المنار المنیف فی الصحیح والضعیف :ص ۷۹ بتحقیق علامہ المعلمی رحمہ اللہ]

ابوالفوزان کفایت اللہ سنابلی

حدیث یزید، محدثین کی نظر میں 28

رہا یہ اشکال کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب سے "والحدیث معلول" کے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب کے موجودہ نسخے میں موجود نہیں ہیں۔ تو اس کے جواب میں ہم نے اپنی تیسری تحریر میں لکھا تھا:

''اگر کوئی کہے کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ کا نقل کردہ قول امام بخاری رحمہ اللہ کی "التاریخ الأوسط" میں ہے، لیکن اصل کتاب میں "والحدیث معلول" کے الفاظ نہیں ہیں۔ تو عرض ہے کہ اس کا زیادہ سے زیادہ مطلب یہ ہوا کہ "التاریخ الأوسط" کے بعض نسخوں میں یہ عبارت ناقص ہے اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے سامنے تاریخ الاوسط کا جو نسخہ تھا، اس میں یہ عبارت مکمل تھی اور نسخوں کا اختلاف عام بات ہے۔ آج بھی مخطوطات کی تحقیق کے وقت کتاب کے دیگر نسخوں سے ناقص عبارت کو مکمل کیا جاتا ہے، بلکہ دیگر اہل علم کے منقولات سے بھی نسخوں کی ناقص عبارتیں درست کی جاتی ہے، لہٰذا امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے سامنے جو نسخہ تھا، اس نسخے میں یہ قول مکمل تھا اور بعض دیگر نسخوں میں یہ قول ناقص ہے، لہٰذا تمام نسخوں کو دیکھتے ہوئے یہ عبارت مکمل ہوگی اور حجت ہوگی۔

بطور فائدہ عرض ہے کہ محترم زبیر علی زئی نے سُترہ سے متعلق مسند بزار کی ایک روایت کو حسن قرار دیا ہے، وہ روایت یہ ہے کہ امام بزار رحمہ اللہ (المتوفی:۲۹۲ھ) نے کہا:

"حَدَّثَنا بِشْر بن آدم، قَال: حَدَّثَنا أَبُو عَاصِم، عَن ابن جُرَيج، قال: أَخْبَرنا عَبد الكَرِيم، أَنَّ مجاهدًا أخبره، عَن ابْنِ عَبَّاس رضي الله عنه قال: أَتَيتُ أنا والفضل علىٰ أتان، فمررنا بين يدي رسول الله ﷺ بعرفة، وهُو يصلي المكتوبة، لَيسَ شَيْءٌ يَسْتُره، يحُوْلُ بَيْنَنا وَبَيْنَه"[1]

اس سند میں ایک راوی عبدالکریم ہے۔ یہ کون ہے؟ اس کا تعین ایک مشکل کام ہے، کیوں کہ اسی نام کا ایک اور ضعیف راوی ہے اور یہ بھی اتفاق سے مجاہد کا شاگرد اور

[1] مسند البزار (۲۰۱/۱۱) رقم الحدیث (۴۹۵۱)

تو فرقہ اہل حدیث سے عموماً ار کفایت اللہ صاحب سے خصوصاً گزرش ہے کہ اپنے ہی اصول اور اپنے ہی الفاظ میں اس اعتراض کا جواب سن لیں:

اگر کوئی یہ کہے کہ امام ابن کثیرؒ کی حدیث امام ابوداؤدؒ کی سنن میں ہے لیکن اصل کتاب میں آبی بن کعبؓ کے الفاظ نہیں ہیں

تو عرض ہے کہ اس کا زیادہ سے زیادہ مطلب ہوا کہ ابوداؤد کے بعض نسخوں میں یہ سند ناقص ہے اور امام ابن کثیر کے سامنے ابوداؤد کا جو نسخہ تھا اس میں یہ سند مکمل تھی اور نسخوں میں اختلاف عام بات ہے۔ آج بھی مخطوطات کی تحقیق کے وقت کے دیگر نسخوں سے ناقص عبارتوں کو مکمل کیا جاتا ہے، بلکہ دیگر اہل علم کے منقولات سے بھی نسخوں کی ناقص عبارتیں درست کی جاتی ہیں۔ لہذا ابن کثیرؒ کے سامنے ابوداؤد کا جو نسخہ تھا اس نسخے میں یہ سند مکمل تھی اور بعض دیگر نسخوں میں یہ سند ناقص ہے۔ لہذا تمام نسخوں کو دیکھتے ہوئے یہ روایت مکمل ہوگی اور حجت ہوگی۔ امید کہ فرقہ اہل حدیث اور کفایت صاحب اس اعتراض سے باز رہیں گے۔

نیز اس روایت پر امام ابوداؤدؒ (المتوفی ۲۷۵ھ) نے سکوت اختیار کیا ہے اور ان کا سکوت غیر مقلدین کے نزدیک روایت کے مقبول ہونے کی دلیل ہے۔[23] اسی طرح امام ماوردیؒ (المتوفی ۴۵۰ھ) اور امام احمد بن فرحؒ (المتوفی ۶۹۹ھ) نے اس روایت سے استدلال کیا ہے، دلیل پکڑی ہے جیسا کہ ان کے حوالہ جات گزر چکے۔ اور کسی فقیہ یا محدث کا کسی حدیث سے استدلال کرنا غیر مقلدین کے نزدیک روایت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے، دیکھئے (فتاویٰ نذیریہ جلد: ۳ صفحہ: ۳۱۶)

---

[23] غیر مقلدین کے نزدیک امام ابو داؤدؒ (م ۲۷۵ھ) کا سکوت حجت ہے، اور اسی طرح امام منذریؒ (م ۶۵۶ھ) کا سکوت بھی (ان کی مختصر اور ترغیب میں) ان کے نزدیک حجت ہے۔ حوالاجات ملاحظہ فرمائیے:

۱ - غیر مقلدین کے مجتہد قاضی شوکانیؒ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

امام ابو داؤدؒ اور امام منذریؒ نے اس (روایت) پر سکوت اختیار کیا، اور اس کی سند کے رجال امام ابوداؤدؒ کے نزدیک ثقہ ہیں۔
(نیل الاوطار ۱/۱۶۱، دوسرا نسخہ ۱/۴۶۶)

معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے نزدیک امام ابوداؤدؒ نے جس روایت پر سکوت اختیار کر، وہ روایت اہل حدیث حضرات کے نزدیک صحیح اور اس روایت کے تمام رجال بھی امام ابوداؤدؒ کے نزدیک ثقہ ہوتے ہیں۔

۲ - غیر مقلدین کے محقق العصر مولانا عبد القادر حصاریؒ فرماتے ہیں کہ جس حدیث پر انہوں نے (یعنی امام ابوداؤدؒ نے) سکوت کیا ہے تو یہ حدیث قابل استدلال بن جاتی ہے۔ (فتاویٰ حصاریہ ۳/۱۴)

۳ - اسی طرح اہل حدیثوں کے ایک اور عالم مولانا ابراہیم سیالکوٹیؒ فرماتے ہیں کہ جس حدیث پر امام ابوداؤدؒ نے سکوت کیا، اسے درجہ قبولیت دیا گیا ہے۔ (۲۲ نامور فقہاء ومحدثین /۹۸)

۴ - مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ غیر مقلد ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: اس حدیث پر امام ابوداؤدؒ اور امام منذریؒ نے (مختصر میں) سکوت کیا ہے، اور اس کی سند حسن ہے۔ (عون المعبود ۴/۹۱) جبکہ البانی نے اسی روایت کو ضعیف کہا ہے، جس کو مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ نے امام ابوداؤدؒ اور امام منذریؒ وغیرہ کے قول سے حسن کہا ہے۔ (ضعیف ابوداؤد /۹۷)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اہل حدیث عالم مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ کے نزدیک بھی امام ابوداؤدؒ اور امام منذریؒ کا سکوت روایت کے معتبر ہونے کی دلیل ہے۔

لہذا غیر مقلدین کے اصول کے مطابق یہ حدیث امام ابو داوٗدؒ، امام ماوردیؒ اور امام احمد بن فرحؒ کے نزدیک صحیح ہے۔

آخری اعتراض: غیر مقلدین یہاں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس روایت میں حسن البصریؒ مدلس ہیں۔

الجواب – ۱ : حسن بصریؒ طبقہ ثانیہ کے مدلس ہیں۔ (طبقات المدلسین صفحہ :۲۹) اور طبقہ ثانیہ کے بارے میں ائمہ نے وضاحت کی ہے کہ اس طبقہ کی تدلیس کو علماء نے برداشت کیا ہے یعنی قبول کیا ہے (طبقات المدلسین صفحہ :۱۳) لہذا ان کی تدلیس قابل قبول ہے۔

الجواب – ۲ : اس روایت کے چھ چھ متابعات موجود ہیں۔ لہذا اس روایت میں ان پر تدلیس کا الزام ہی مردود ہے۔ الغرض یہ روایت صحیح اور مسند ہے اور اس پر اعتراض کرنا باطل ومردود ہے۔

روایت نمبر ۴ : (مصنف عبد الرزاق کی حدیث پر اہل حدیثوں کے اشکال کا جواب)

امام عبد الرزاق الصنعانیؒ **(المتوفی ۲۱۱ھ)** فرماتے ہیں کہ

"عن الاسلمی عن الحارث بن عبد الرحمن بن أبی ذباب عن السائب بن یزید قال "کنا ننصرف من القیام علی عهد عمر ﷺ وقد دنا فروع الفجر، وکان القیام علی عهد عمر ثلاثة وعشرین رکعة"

---

۵ - اسی طرح قاضی شوکانیؒ ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ : امام ابو داوٗدؒ اور امام منذریؒ اس روایت پر سکوت اختیار کیا ہے ، نیز امام ابو داوٗدؒ نے صراحت کی ہے کہ وہ اسی سند پر سکوت فرماتے ہیں جو قابل احتجاج ہو اور اس کی سند کے رجال ائمہ ثقات ہوں۔(یعنی اس کی سند کے راوی ثقہ ہوں) (نیل الاوطار ۱/۱۵۸، دوسرا نسخہ ۱/۴۵۶)

۶ - حافظ زبیر علی زئی صاحب بھی امام منذریؒ کے سکوت کو (ترغیب میں) حجت سمجھتے ہیں ، بلکہ فرماتے ہیں کہ (ان کا سکوت) ان کے نزدیک تحسین و تصحیح ہوتی ہے۔(مقالات ۶/۱۴۱)

۷ - اہل حدیث محدث مولانا عبید اللہ مبارکپوری صاحب ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حدیث مذکور پر امام ابوداوٗدؒ نے کچھ کلام نہیں کیا ہے۔ ان کا سکوت اور ولید بن عبد اللہ بن جمیع کے بارے میں ان کا اس میں جرح نہیں کہنا اس بات کی دلیل ہے یا علامت ہے کہ حضرت جابرؓ کی یہ پوری حدیث بروایتِ ابن جمیع ان کے نزدیک حسن درجہ سے کم نہیں ہے۔(فتاویٰ عبید اللہ مبارکپوری ۱/۱۴۶)

۸ - اسی طرح قاضی شوکانیؒ ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ :
اور جس حدیث پر امام ابوداوٗدؒ اور امام منذریؒ دونوں سکوت کریں ، وہ حدیث بے شک احتجاج کے لائق ہے ، سوائے چند جگہوں کے جس پر میں نے اس شرح میں تنبیہ کی ہے۔(نیل الاوطار ۱/۲۶)

۹- غیر مقلد ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب بھی امام ابو داوٗدؒ کے سکوت کو حجت مانتے ہے۔(مسائل قربانی : ص ۴۱) تو معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے نزدیک امام ابو داوٗدؒ اور امام منذریؒ کا سکوت حجت ہے۔

سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں فارغ ہوتے تھے تو فجر کا وقت قریب ہو چکا ہوتا تھا اور عمر فاروقؓ کے زمانے میں تیئس رکعت پڑھی جاتی تھی۔(مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر:۷۷۳۳،اسنادہ حسن بالمطابعات)

اعتراض: اس بیس رکعت والی روایت میں الاسلمیؒ کو کفایت اللہ سنابلی ابراہیم بن محمد بن ابی یحیؒ المتوفی ۱۸۴ھ قرار دیتے ہیں۔(مسنون تراویح)

الجواب: حارث بن عبدالرحمن بن ابی ذبابؒ کے شاگردوں میں الاسلمیؒ کے نام سے دو راوی ہیں۔

۱:ابراہیم بن محمد بن ابی یحی الاسلمیؒ المتوفی ۱۸۴ھ۔

۲:محمد بن فلیح الاسلمیؒ المتوفی ۱۹۷ھ۔دیکھئے تہذیب الکمال جلد:۲۶صفحہ :۲۹۹

یہی وجہ ہے کہ مشہور غیر مقلد عالم عبدالمنان نور پوری صاحب نے اپنی کتاب" تعداد تراویح "میں انہیں دونوں راویوں کو امام عبدالرزاق کا استاذ بتایا ہے۔(تعداد تراویح صفحہ ۳۴۳) **اسکین ملاحظہ فرمائے:**

مولانا غلام سرور گجراتی حنفی کے رسالہ

''بیس رکعت تراویح کا شرعی ثبوت''

کا جواب

تعدادِ تراویح

از

حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ

مدرس جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

مکالمات نور پوری　343　تعداد التراویح

عُمَرَ وَقَدْ دَنَا فُرُوْعُ الْفَجْرِ وَكَانَ الْقِيَامُ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ ثَلَاثَةً وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً . (ج۴ص۲۶۱۔ح۷۷۳۳)

''عبدالرزاق نے اسلمی سے روایت کی انہوں نے حارث بن عبدالرحمان بن ابی ذباب سے انہوں نے سائب بن یزید سے کہ انہوں نے کہا کہ ہم حضرت عمرؓ کے عہد میں قیام سے اس وقت فارغ ہوکر لوٹتے تھے جب فجر کا آغاز قریب ہوتا تھا اور حضرت عمرؓ کے عہد میں قیام تیئس رکعت تھا۔

(جلد۴صفحہ۲۶۱حدیث:۷۷۳۳)

عبدالرزاق سے متعلق کلام تو گزر چکا مزید تفصیل کے لیے میزان ملاحظہ فرمائیں اس روایت کے دوسرے راوی اسلمی کی بابت تقریب میں ہے صدوق یہم اور میزان میں ہے:

قَالَ اَبُوْحَاتِمٍ مَابِهٖ بَاْسٌ وَلَيْسَ بِذَاكَ الْقَوِيِّ وَقَالَ الْبُخَارِيُّ مَاتَ سَنَةَ سَبْعٍ وَتِسْعِيْنَ وَمِائَةٍ وَوَثَّقَهُ بَعْضُهُمْ وَهُوَ اَوْثَقُ مِنْ اَبِيْهِ وَقَالَ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ مَعِيْنٍ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَقَالَ اَبُوْحَاتِمٍ لَيْسَ بِقَوِيٍّ لَا يُعْجِبُنِيْ حَدِيْثُهٗ وَرَوٰى اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ خَيْثَمَةَ عَنِ ابْنِ مَعِيْنٍ ثِقَةٌ قَدْ كَتَبْتُ عَنْهُ [1]

[1] یہ اقوال تو عبدالرزاق کے استاذ محمد بن فلیح بن سلیمان اسلمی یا خزاعی سے متعلق تھے۔ عبدالرزاق کے اساتذہ میں ایک اسلمی اور بھی ہیں جن کا نام ابراہیم بن محمد بن ابی یحیٰی ان کے بارے میں حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں: "مَتْرُوْكٌ مِنَ السَّابِعَةِ" اور حافظ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں: "اَحَدُ الْعُلَمَاءِ الضُّعَفَاءِ" نیز نقل فرماتے ہیں: "يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ: سَاَلْتُ مَالِكًا عَنْهُ اَكَانَ ثِقَةً فِي الْحَدِيْثِ" فَقَالَ: لَا وَلَا فِيْ دِيْنِهٖ . يَحْيَى الْقَطَّانُ يَقُوْلُ: اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اَبِيْ يَحْيٰى كَذَّابٌ. اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ: تَرَكُوْا حَدِيْثَهٗ قَدَرِيٌّ مُعْتَزِلِيٌّ»

بغیر کسی مضبوط دلیل کے کفایت صاحب کا الاسلمیؒ سے مراد ابراہیم بن محمد بن یحی الاسلمی المتوفی ۱۸۴ھ لینا باطل ومردود ہے۔

شبہہ: بعض لوگوں نے حافظ ابن حجرؒ العسقلانیؒ المتوفی ۸۵۲ھ کا قول پیش کیا ہے کہ انہوں نے الاسلمی سے مراد ابراہیم بن محمد لیا ہے۔حالانکہ حافظ ابن حجرؒ کا پورا قول یہ ہے : وقال عبدالرزاق فی مصنفه أنا الاسلمی عن زید بن اسلم سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن العربان فی البیع فأحله وهذا ضعیف مع ارساله والاسلمی هو ابراهیم بن محمد بن أبی یحیی (تلخیص الحبیر جلد ؛۳ صفحہ ۳۹)

غور فرمایئے !حافظ ابن حجرؒ نے **زید بن اسلم**ؒ کی روایت میں بتایا ہے کہ الاسلمی سے مراد ابراہیم بن محمد بن یحیی مراد ہیں۔نہ کہ حارث بن عبدالرحمن بن اَبی ذبابؒ کی روایت میں۔لیکن بحث اس پر ہے کہ حارث بن عبدالرحمن بن اَبی ذباب کی روایت میں الاسلمی کون ہیں ؟اس کے میں حافظؒ نے کچھ بھی نہیں کہا لہذا اس سے دلیل پکڑنا ہی بے کار ہے۔

اعتراض۔۲: کفایت صاحب کہتے ہیں کہ ابراہیم بن اَبی یحیی کذاب ہے۔اور لکھتے ہیں کہ روایت کے موضوع (من گھڑت ہونے میں ہمیں کوئی شک نہیں۔(مسنون رکعات تراویح صفحہ ؛۶۶)

الجواب۔۱: اگر اہل حدیثوں کے بقول الاسلمی سے مراد ابراہیم بن اَبی یحییؒ ہوں تو اہل حدیثوں کا عموما اور کفایت صاحب کا خصوصا ان کو کذاب کہنا بے کار ہے ،کیونکہ اہل حدیثوں کے محدث

(۱) مولانا عبدالرحمن مبارک پوریؒ المتوفی ۱۳۵۳ھ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ "فیه ابراهیم بن محمد بن أبی یحیی فقد وثقه جماعة منهم الشافعی ابن الاصبحانی وابن عدیو ابن عقده وضعه آخرون قاله القیم فی جلاء الافهام" اس روایت میں ابراہیم بن محمد بن اَبی یحیی ہیں اور ان کو ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے ،جسمیں امام شافعیؒ المتوفی ۲۰۴ھ، امام ہمدان بن الہیثم الاصبہانیؒ المتوفی ۳۰۱ھ ،امام احمد محمد بن عقبہؒ المتوفی ۳۳۲ھ ،امام ابن عدیؒ التوفی ۳۶۵ھ اور کچھ دوسرے لوگوں نے ضعیف کہا ہے جیسا کہ ابن القیمؒ نے جلاء الافہام میں کہا ہے۔(تحفۃ الاحوذی جلد؛۴ صفحہ ؛۹۳)معلوم ہوا کہ خود فرقہ اہل حدیث کے محدث مولانا عبدالرحمن مبارک پوریؒ کے نزدیک ابراہیم بن محمد بن اَبی یحیی کذاب نہیں ہیں۔

نوٹ : مولانا عبد الرحمن مبارک پوریؒ کا ایک اور قول انکی ایک کتاب القول السدید کے حوالے سے آگے آرہاہے۔

(۲) مشہور اہل حدیث عالم مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ نے بھی یہی بات کہی ہے۔(عون المعبود جلد:۸ صفحہ :۳۵۰)

(۳) اسی طرح ایک اور اہل حدیث عالم مولانا عبیداللہ مبارکپوریؒ ایک روایت جس میں ابراہیم بن محمد بن اَبی یحیی موجود ہیں اس کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "قلت (هو قول السیوطی) کان الشافعی یوثقه والحدیث اخرجه ابن ماجه, والحق فیه أنه لیس بموضوع۔" میں کہتا ہوں (امام سیوطیؒ کا قول یہ ہے) کہ امام شافعیؒ ابراہیم بن اَبی یحییؒ کو ثقہ کہتے تھے اور امام ابن ماجہ نے اس کی تخریج کی ہے۔اور اس بات میں حق یہ ہے کہ وہ روایت جسمیں ابراہیم بن ابی یحییؒ موجود ہیں وہ موضوع نہیں ہے۔(مرعات شرح مشکوۃ جلد ؛۵ صفحہ ؛۲۸۳) معلوم ہوا کہ اس اہل حدیث عالم کے نزدیک بھی ابراہیم بن ابی یحییؒ کذاب نہیں ہیں تبھی تو اس کی روایت کو موضوع نہیں کہا۔

(۴) قاضی شوکانی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ "فی اسنادہ ابراھیم بن محمد بن ابی یحیی و ھو ضعیف و ان کان حجة عند الشافعی و الحدیث یدل علی ان التیمم ضربة واحدة" اس روایت کی سند میں ابراہیم بن محمد بن اَبی یحییٰؒ ہیں اور وہ ضعیف ہیں اگرچہ امام شافعیؒ کے نزدیک وہ حجت ہیں ۔اور تیمم میں ایک ضرب کے ہونے پر حدیث دلالت کرتی ہے۔(نیل الاوطار جلد:۱ صفحہ :۳۲۸)

(۵) مصر کے اہل حدیث عالم شیخ مصطفی العدوی صاحب نے ابراہیم بن اَبی یحییٰؒ کی اسی بیس رکعت والی روایت کو ضعیف تو کہا ہے لیکن موضوع (من گھڑت)نہیں کہا۔(عدد رکعات قیام اللیل صفحہ :۴۱)

یہ خود فرقہ اہل حدیث کے علماء ہوئے جو ابراہیم بن یحیی کو کذاب نہیں مانتے ،نیز اتنا ہی نہیں بلکہ جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک بھی ابراہیم بن ابی یحییٰؒ المتوفی ۱۸۴ھ ضعیف ہی ہیں کذاب ہرگز نہیں ، بلکہ بعض کے نزدیک تو ثقہ ہیں جسکی تفصیل یہ ہے۔۔

(۱) امام محمد بن ادریس الشافعیؒ المتوفی ۲۰۴ھ فرماتے ہیں۔۔وکان ثقۃ فی الحدیث۔کہ ابراہیم بن ابی یحییٰؒ حدیث میں ثقہ ہیں۔

(۲) امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ " قال الشیخ سألت احمد بن محمد بن سعید فقلت تعلم أحداً حسن القول فی ابراھیم بن أبی یحیی غیر الشافعی، فقال لی نعم حدثنا أ-حمد بن یحیی الاودی قال سألت حمدان بن الاصبھانی یعنی محمدا فقلت أتدین بحدیث ابراھیم بن ابی یحیی ؟فقال نعم۔" میں نے احمد بن محمد بن سعیدؒ(جو کہ امام ابن عقبہ ؒہیں ان سے) پوچھا کہ کیا آپ امام شافعیؒ کے علاوہ ابراہیم بن ابی یحییٰؒ کے بارے میں کسی ایک کا اچھا قول جانتے ہیں ؟تو امام ابن عقبہؒ نے مجھ سے کہا کہ :ہاں پھر فرمایا کہ

ہمیں احمد بن یحیی الاودیؒ نے بیان کیا کہ میں نے امام حمدان بن الاصبہانیؒ المتوفی ۱۰۲ھ سے سوال کیا کہ کیا ابراہیم بن ابی یحییٰؒ کی حدیثوں کو معتبر سمجھتے ہیں تو امام حمدان بن الاصبہانیؒ نے کہا :ہاں۔

(۳) امام احمد بن محمد بن عقبہؒ المتوفی ۳۳۲ھ فرماتے ہیں کہ " نظرت فی حدیث ابراھیم بن ابی یحیی کثیرا و لیس ھو بمنکر الحدیث۔" میں نے ابراہیم بن ابی یحییٰؒ کی حدیثوں میں بہت غور کیا ہے اور وہ منکرالحدیث نہیں ہیں۔

(۴) امام ابن عدیؒ المتوفی ۳۶۵ھ فرماتے ہیں کہ "وقد نظرت انا ایضا فی حدیثه الکثیر فلم اجد فیه منکرا الا عن شیوخ یحتملون، وقد حدث عنه ابن جریج و الثوری و عباد بن منصور و مندل و ابو ایوب و یحیی بن ایوب المصری و غیرھم من الکبار ، وقد نظرت انا فی احادیثه و تبحرتھا و فتشت الکل منھا فلیس فیھا حدیث منکر، و انما یروی المنکر اذا کان العھدة من قبل الراوی عنه او من قبل من یروی ابراھیم عنه و کأنه أتی من قبل شیخه لا من قبله، و ھو فی جملة من یکتب حدیثه و قد وثقه الشافعی و ابن الاصبھانی و غیرھما" میں نے ان کی بہت سی حدیثوں میں غور کیا تو میں نے اس میں کسی ایک حدیث کو منکر نہیں پایا مگر مشتبہ شیخ سے۔اور ان سے ابن جریج ، سفیان ثوری ، عباد بن منصور، مندل ، ابو ایوب اوریحیی بن ایوب المصری رحمہم اللہ وغیرہ بڑے بڑے لوگوں نے ان سے روایت کیا ہے۔ایک اور مقام پر ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی حدیثوں میں غور کیا، گہرائی سے دیکھا ،اور ان کی تمام احادیث کی تحقیق کی تو ان کی کوئی حدیث منکر نہیں ملی۔

اور ان کی روایت منکر تب آتا تھا جب کہ اس سے روایت کرنے والے کی بات ہو ،یعنی منکر والی بات امام ابن ابی یحیی کی وجہ سے نہیں ہوتی تھی بلکہ ان سے روایت کرنے والے کی وجہ سے ہوتی تھی۔اور وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی حدیثیں لکھی جاتی ہیں،اور اس میں شک نہیں کہ امام شافعیؒ اور امام ابن الاصبہانیؒ وغیرہ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔(الکامل لابن عدی جلد:۱ صفحہ :۳۶۷،۳۵۸،۳۵۷)

(۵) امام دار قطنیؒ المتوفی ۳۸۵ھ بھی ابراہیم بن ابی یحییؒ کو ضعیف کہتے ہیں (سنن دار قطنی جلد : ۱ صفحہ : ۶۲)

(۶) امام بیہقی ؒ المتوفی ۴۵۸ھ بھی ابراہیم بن ابی یحیی کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ" قداختلف الحفاظ فی عدالته" حفاظ نے ان کی عدالت کے بارے میں اختلاف کیا ہے (سنن کبری للبیہقی جلد :۱ صفحہ :۲۰۵)

ایک اور مقام پر تفصیل سے امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ "مختلف فی ثقاهته وضعفه أكثر أهل العلم بالحديث وطعنوا فيه وكان الشافعي يبعده عن الكذب ,قال الشافعي: لان يخر ابراهيم من بعد أحب اليه من ان يكذب ,وكان ثقة في الحديث۔وقال ابو احمد۔ابن عدی۔:قد نظرت انا فی احاديثه فليس فيها حديث منكر ,وانما يروى المنكر اذا كان العهدة من قبل الراوى عنه او من قبل من يروى ابراهيم عنه" ان کی ثقاہت اور ضعف کے بارے میں اختلاف ہے ،اکثر علماء نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے اور حدیث کے سلسلے میں ان پر طعن کیا ہے۔امام شافعیؒ ان کو کذب سے بری قرار دیتے ہیں،امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن یحیی گر پڑے یہ مجھے زیادہ پسندیدہ ہے اس بات سے کہ وہ جھوٹ بولے۔(میں نہیں سمجھتا کہ وہ جھوٹ بولیں گے) اور وہ حدیث میں ثقہ ہیں۔امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی احادیث کو غور سے دیکھا ہے اس میں کوئی حدیث منکر نہیں ہے ،اور ان کی روایت میں منکر تب آتاہے جب کہ اس سے روایت کرنے والے کی بات ہو، یعنی منکر والی بات ابراہیم بن ابی یحیی کی وجہ سے نہیں بلکہ ان سے روایت کرنے والے کی وجہ سے ہوتی ہے۔یا جن سے ابراہیم بن ابی یحییؒ نے روایت نقل کی ہے ان کی وجہ سے روایت منکر ہوتی ہے۔(سنن کبری للبیہقی جلد :۱ صفحہ :۳۷۸)

(۷) امام ابو عبد الملک بن عبد البرؒ المتوفی ۳۳۸ھ فرماتے ہیں کہ "قال ابو عبد الملك بن عبد البر في "تاريخ قرطبة" روى عنه بقى بن مخلد ,وكان من اكبر الناس فى ابن عيينة ,وبقى لايروى الا عن ثقة عنده" بقیہ بن مخلدؒ نے ابراہیم محمدؒ سے روایت کیا ہے، وہ ابن عیینہؒ کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں اور بقیہ صرف ثقہ ہی سے روایت کرتے تھے۔(تاریخ قرطبہ بہ حوالہ اکمال تہذیب الکمال جلد :۱ صفحہ :۲۸۵)

اسی طرح۔۔۔

(۸) امام عجلیؒ المتوفی ۲۶۱ھ

(۹) امام ابو احمد الحاکمؒ المتوفی ۳۷۸ھ

(۱۰) امام ابو ذرعہ الرازیؒ المتوفی ۲۸۱ھ

(۱۱) امام یعقوب بن سفیانؒ المتوفی ۲۷۷ھ

(۱۲) امام ابن سعدؒ المتوفی ۲۳۰ھ ان سب حضرات نے ابراہیم بن ابی یحییٰؒ پر جرح تو کی ہے پر کسی نے ان کو کذاب نہیں کہا ہے ۔(تہذیب التہذیب جلد ؛صفحہ ۱۵۹)

امام ابن القطانؒ المتوفی ۱۲۸ھ (اپنی علل میں) فرماتے ہیں کہ : قد کان من الناس من احسن الرأی فیہ منھم الشافعی و ابن جریج۔ ابراہیم بن ابی یحیی کے بارے میں اچھی رائے رکھنے والے لوگوں میں امام شافعیؒ اور

(۱۳) امام ابن جریجؒ المتوفی ۱۵۰ھ ہیں۔ (کتاب العلل لابن قطان بہ حوالہ البدر المنیر جلد ؛۱ صفحہ ؛ ۴۴۱)

باوجود ان پر شدید جرح نقل کرنے کے

(۱۴) امام ذہبیؒ المتوفی ۷۴۸ھ

(۱۵) امام ابن حجر عسقلانیؒ المتوفی ۸۵۲ھ ان کو کذاب نہیں کہتے۔(میزان الاعتدال ؛جلد ؛ ۱ صفحہ ۵۷،، تقریب التہذیب رقم : ۲۴۱)

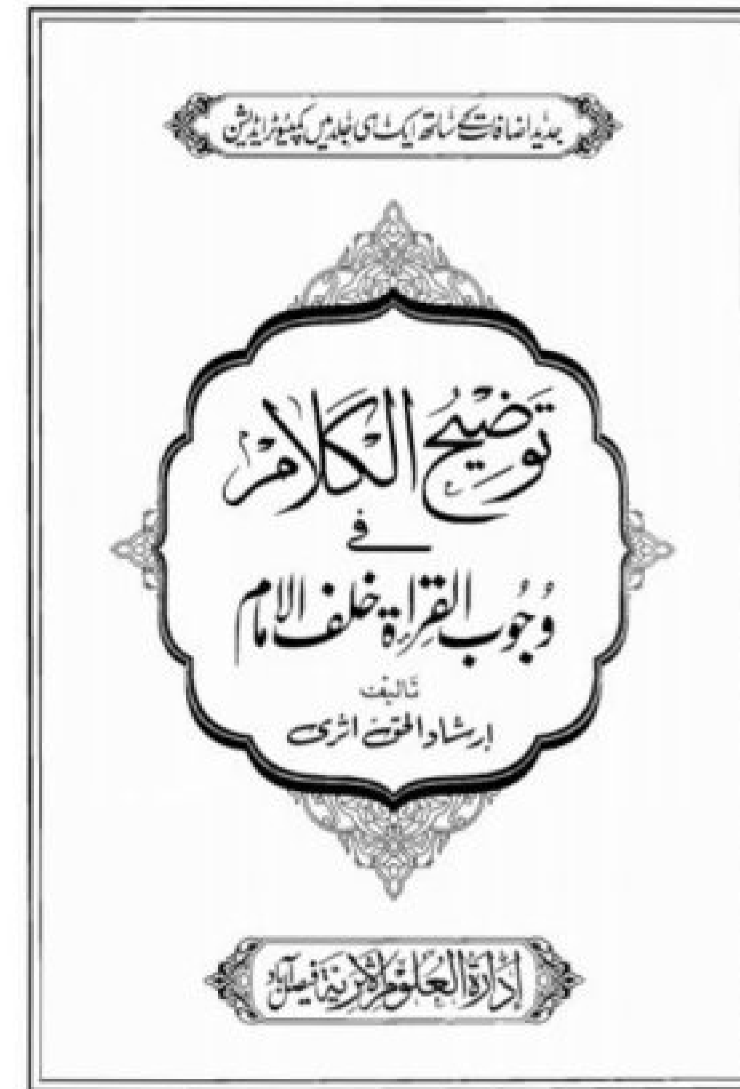
مزید امام ذہبیؒ نے ابراہیم بن ابی یحییٰ کو عالم، محدث ، شیخ ، فقیہ اور علماء میں سے قرار دیتے ہیں۔(سیر اعلام النبلاء جلد؛۸ صفحہ ؛۴۵۰)

(۱۶) حافظ ابن عبدالہادیؒ المتوفی ۷۴۴ھ نے بھی ضعیف کہا ہے۔(تنقیح التحقیق جلد ؛۴) الغرض یہ کچھ فقہاء و محدثین ہیں جنھوں ابراہیم بن ابی یحیؒ پر جرح تو کی ہے لیکن ان کو کذاب نہیں قرار دیا ہے۔جبکہ بعض نے ان کی توثیق بھی کی ہے۔

نوٹ۔ ۱: جہاں تک بعض محدثین کا ابراہیم بن ابی یحی کو کذاب کہنے کی بات ہے ، تو ہماری تحقیق کے مطابق امام مالکؒ نے انہیں سب سے پہلے کذاب قرار دیا ہے۔(الکامل جلد؛۱ صفحہ ؛۳۵۳)

اور خود کفایت صاحب کے فرقے کے عالم ارشاد الحق اثری صاحب محمد بن اسحقؒ المتوفی ۱۵۰ھ پر امام مالکؒ کی جرح کا جوب دیتے ہوئے ایک قاعدہ بیان کیا ہے ،وہ لکھتے ہیں۔۔۔" امام مالکؒ اہل حجاز میں سے ہیں اور ان کے متعلق امام ابن حبانؒ نے تصریح کی ہے کہ اہل حجاز خطا پر بھی کذب (جھوٹ) کا اطلاق کرتے ہیں۔بلکہ علامہ محمد مرتضی زبیدیؒ نے التوشیح کے حوالے سے لکھا ہے کہ باقی لوگوں نے بھی اس میں اہل حجاز کی پیروی کی ہے ،اور مولانا ظفر احمد تھانویؒ نے انہاء السکن میں بھی اسی قول کا ذکر کیا ہے۔علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے لکھا ہے کہ ائمہ جرح و تعدیل ایک خطا پر کاذب کا اور متعدد خطاؤں پر کذاب کااطلاق کرتے ہیں۔(توضیح الکلام صفحہ :۲۲۹)

اسکین:



لہذا اہل حدیث حضرات کے نزدیک جب یہ اصول ہے کہ اہل حجاز غلطیوں پر بھی کذاب کا لفظ استعمال کرتے ہیں ،اور اس میں باقی لوگ بھی ان کی پیروی کرتے ہیں تو خود اہل حدیث حضرات کے اصول کی روشنی میں۔۔امام مالکؒ کا ابراہیم بن ابی یحییؒ کو کذاب کہنا بھی خطا اور غلطی پر محمول ہوگا ،کیونکہ امام مالکؒ اہل حجاز مدینہ کے فقیہ اور عالم ہیں اور یہی وجہ ہے کہ دوسرے محدثین نے بھی اس میں اہل حجاز (امام مالکؒ) کی اتباع کی ہے۔

نوٹ -۲: یاد رہے کہ دوسرے محدثین نے ان کو متابعت اور شواہد میں قابل قبول مانا ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

لہذا کفایت صاحب کا اسے کلی طور سے کذاب کہنا مردود ہے اور ان کا ایسے اعتراضات کرنا گویا اپنے ہی اصول سے ناواقفیت کی دلیل دینا ہے۔یہی وجہ کہ امام ذہبیؒ المتوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں کہ " قلت ما کان ابن ابی یحیی فی وزن من یضع الحدیث " ابراہیم بن محمد بن ابی یحییؒ موضوع حدیث گھڑنے والے نہیں تھے۔(تذکرۃ الحفاظ جلد ۱؛ صفحہ؛۱۸۱) لہذا ان کے بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ وہ کذاب نہیں ہے اور کفایت صاحب کا ان کی حدیث کو موضوع کہنا مردود ہے۔

اہل حدیث عالم مولانا عبدالرحمن مبارک پوریؒ کا ابراہیم بن ابی یحیی کے بارے میں فتوی :

اہل حدیثوں کے محدث مولانا عبدالرحمن مبارک پوریؒ اسی راوی کے بارے میں اپنا فیصلہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ان کی کسی حدیث کو استشہاداً ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں" **(القول السدید صفحہ؛۳۷)**

اسکین:



بسم اللہ الرحمن الرحیم

القول السدید

فیما یتعلق

بتکبیرات العید

از

حضرت مولانا محمد عبدالرحمن صاحب مبارک پوری

مکتبۃ السنۃ

الدار السلفیۃ لنشر التراث الاسلامی

سفید مسجد بالمقابل پولیس اسٹیشن سولجر بازار کراچی

۳۷

تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۴:۔ چوتھی روایت کی سند میں ابراہیم ابن یحیی واقع ہیں جن کو یحیی القطان نے کذاب کہا ہے۔ پھر اُن کی روایت شواہد میں کیوں ذکر کی گئی ؟

جواب ۔ ابراہیم بن ابی یحیی کو اگرچہ قطان نے کذاب کہا ہے مگر امام شافعیؒ نے ان کی توثیق کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث میں ثقہ ہیں اور امام ممدوح نے ان سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں اور سفیان ثوری اور ابن جریج اور بڑے بڑے محدثین نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ابن عقدہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن ابی یحیی کی حدیث میں غور و فکر کیا اور اس کو دیکھا تو معلوم ہوا وہ منکر الحدیث نہیں ہیں ابن عدی نے کہا کہ میں نے بھی ان کی حدیثوں کو بہت دیکھا لیکن کوئی حدیث منکر نہیں پائی ۔ حوالہ کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال ۔ پس جب ابراہیم بن ابی یحیی کے بارے میں امام شافعیؒ اور ابن عقدہ اور ابن عدی کا یہ قول ہے تو ان کی کسی حدیث کے استشہاداً ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال نمبر ۵:۔ پانچویں روایت جو دار قطنی سے نقل کی گئی ہے وہ بواسطہ عبداللہ بن محمد بن عمار مروی ہے اور ان لوگوں کے بارے میں یحیی بن معین نے لیس بشیئ کہا ہے میزان الاعتدال میں ہے ۔

قال عثمان بن سعید قلت لیحیی کیف ھؤلاء قال لیسوا بشیئ ۔

یعنی اہل حدیث عالم مبارک پوری صاحب کے نزدیک ابراہیم بن ابی یحیی ؒ کی روایت شاہد کے طور پر سپورٹ کے طور پر ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔لہذا جب ان کی حدیث کو سپورٹ کے طور پر ذکر کیا جا سکتا ہے تو ابراہیم ؒ کی بیس رکعت والی روایت کو بھی شاہد کے طور پر ذکر کیا جاسکتا ہے۔الغرض کفایت صاحب کا اعتراض ان کے اپنے ہی عالم کے اصول کی روشنی میں باطل و مردود ہے۔

محدثین کا ابراہیم بن ابی یحیی کے بارے میں فیصلہ:

(۱) امام مغطائی ؒ المتوفی ۷۶۲ھ فرماتے ہیں کہ۔۔خرج الحاکم حدیثہ فی الشواھد من کتاب الجنائز

(۲) امام حاکم ؒ المتوفی ۴۰۵ھ نے ان کی حدیث کو شواہد میں ذکر کیا ہے کتاب الجنائز میں (اکمال تہذیب الکمال جلد ۱؛صفحہ : ۲۸۵) معلوم ہوا کہ امام حاکم ؒ کے نزدیک ان کی روایت کو شواہد میں ذکر کیا جا سکتاہے۔نیز امام مغطائی ؒ نے امام حاکم ؒ کا منہج ذکر کیا ہے اور سکوت کے ذریعہ اس کی تائید کی ہے۔اور علی زئی صاحب کے اصول کے مطابق امام مغطائی ؒ کے نزدیک بھی ابراہیم ؒ کو شواہد میں ذکر کیا جا سکتا ہے۔(انوار الطریق صفحہ ۸)

(۳) ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ خلق اللہ الارض یوم السبت و الجبال یوم الاحد و الشجر یوم الاثنین و المکروہ یوم الثلثاء و النور یوم الاربعاء و الدواب یوم الخمیس و آدم یوم الجمعۃ۔ اللہ تعالی نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا کیا اور پہاڑ کو اتوار کے دن پیدا کیا اور درختوں کو پیر کے دن پیدا کیا اور ناپسند چیزوں کو منگل کے دن پیدا کیا اور چوپایوں کو جمعرات کے دن پیدا کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو

جمعہ کے دن پیدا کیا۔ اس روایت کی سند میں ابراہیم بن ابی یحیی موجود ہیں لیکن پھر بھی امام حاکمؒ نے اس روایت کو متصل کہنے کے بعد فرمایا ہے کہ "وانماذکرتھالیستدل بشواھدھاعلیھاان شاءاللہ" اور میں نے اس حدیث کو اس لئے ذکر کیا ہے تاکہ اس کے شواہد کے ذریعے اس سے استدلال کیا جائے ،ان شاء اللہ۔(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم صفحہ ۳۳)

(۴) امام سخاویؒ المتوفی ۹۰۲ھ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔(العجالہ للفادانی صفحہ :۱۴ ،،ولفظ الغایہ للشوکانی)

اسی طرح ابراہیم بن ابی یحییؒ کی ایک دوسری حدیث تقویت دینے کے لئے

(۵) امام بیہقیؒ المتوفی ۴۵۸ھ نے ابراہیم بن ابی یحیی کے تفرد پر ابن المدینیؒ کے اعتراض کا جواب دیا ہے۔(الاسماء والصفات جلد ۲: صفحہ ۲۵۶:)

(۶) اسی طرح امام ابن حجرؒ المتوفی ۸۵۲ھ ایک روایت میں ابراہیمؒ کے تفرد کا دفاع کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "أماابراھیم بن ابی یحیی الراوی عنه فلم ینفرد به بل تابعه علیه عبداللہ بن عبداللہ الاموی أخرجه البیھقی والدارقطنی " جہاں تک ابراہیم بن ابی یحییؒ کی ان سے روایت کرنیکی بات ہے تو ابراہیم اس روایت میں منفرد ہیں بلکہ عبداللہ بن عبداللہ الامویؒ نے ان کی متابعت کی ہے جس کی امام بیہقیؒ اور امام دارقطنیؒ نے تخریج کی ہے۔(تلخیص الحبیر جلد ۲: صفحہ ۴۵۹:) یہ کلام بھی بتارہا ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے نزدیک ابراہیم بن ابی یحییؒ متابعت میں مقبول ہیں۔کیونکہ انہوں نے خود ایک روایت میں ان کے تفرد کا دفاع کیا تاکہ ان کی روایت کو دوسری سند سے تقویت دیا جا سکے۔

وضاحت : محدثین کے منہج سے یہ بات بالکل واضح ہو رہی ہے کہ ابراہیم ابی یحییؒ کی روایت کا جب کوئی متابع یا شاہد موجود ہو تو ان کی روایت بھی مقبول ہو جاتی ہے۔ اور ابراہیم بن ابی یحییؒ کی بیس رکعت تراویح والی روایت کے کئی صحیح متابعات موجود ہیں۔ لہذا متابعات کی وجہ سے ان کی یہ روایت حسن ہوگی۔

الجواب -۲ : اگر ابراہیم بن یحییؒ کو کذاب مان لیں تو بھی کفایت صاحب کا اس روایت پر اعترض باطل ہے۔کیونکہ آٹھ رکعت تراویح کی روایت میں ایک راوی محمد بن حمید الرازی ہیں جس کو خود کفایت صاحب کذاب کہتے ہیں۔(مسنون رکعات تراویح صفحہ ۴۹:)لیکن اس راوی کی روایت پر اعتراض کا جواب دیتے ہوئے زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو یعقوب بن عبداللہ القمی سے محمد بن حمید کے علاوہ اور بھی بہت سے راویوں نے بیان کیا ہے پھر ان راویوں کا نام ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ سارے راوی ثقہ و صدوق ہیں ،لہذا محمد بن حمید پر اعتراض غلط ومردود ہے۔(تعداد رکعات قیام رمضان صفحہ : ۱۹)

اسکین:

قیامِ رمضان 19

ایک اعتراض

اس کی سند میں محمد بن حمید الرازی ہے۔(مختصر قیام اللیل للمروزی ص۱۹۷) جو کہ کذاب ہے۔!

جواب: اس حدیث کو یعقوب بن عبداللہ القمی سے محمد بن حمید کے علاوہ اور بھی بہت سے راویوں نے بیان کیا ہے، مثلاً:

① جعفر بن حمید الکوفی: (الکامل لابن عدی ۱۸۸۹/۵، المعجم الصغیر للطبرانی ۱۹۰/۱)
② ابوالربیع (الزہرانی/مسند ابی یعلی الموصلی ۳۳۶/۳، ۳۳۷ ح۱۸۰۱، صحیح ابن حبان ح۲۴۰۱، ۲۴۰۶)
③ عبدالاعلیٰ بن حماد (مسند ابی یعلی ۳۳۶/۳ ح۱۸۰۱، الکامل لابن عدی ۱۸۸۸/۵)
④ مالک بن اسماعیل (صحیح ابن خزیمہ ۱۳۸/۲ ح۱۰۷۰)
⑤ عبیداللہ یعنی ابن موسیٰ (صحیح ابن خزیمہ ۱۳۸/۲، ۱۰۷۰)

یہ سارے راوی ثقہ وصدوق ہیں، لہٰذا محمد بن حمید پر اعتراض غلط اور مردود ہے۔

دوسرا اعتراض

اس کی سند میں یعقوب القمی ضعیف ہے، اس کے بارے میں امام دارقطنی نے کہا:

"لیس بالقوي"

جواب: یعقوب القمی ثقہ ہے، اسے جمہور علماء نے ثقہ قرار دیا ہے:

① نسائی نے کہا: لیس به بأس
② ابوالقاسم الطبرانی نے کہا: ثقة
③ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا (اور اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے)
④ جریر بن عبدالحمید اسے "مومن آل فرعون" کہتے تھے۔
⑤ ابن مہدی نے اس سے روایت بیان کی۔ (تہذیب التہذیب ۳۴۲/۱۱، ۳۴۳)
اور ابن مہدی صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ (تدریب الراوی ۳۱۷/۱)
⑥ حافظ ذہبی نے کہا: صدوق (الکاشف ۲۵۵/۳)

تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ

تالیف

حافظ زبیر علی زئی

مکتبہ اسلامیہ

الغرض جب محمد بن حمید الرازی اہل حدیثوں کے نزدیک کذاب ہونے کے باوجود صرف متابعت کی وجہ سے ان کی روایت صحیح ہو سکتی ہے ،تو پھر اہل حدیث حضرات کے اسی اصول کی روشنی میں ابراہیم بن ابی یحییٰؒ کی بھی روایت کی متابعات ہونے کی وجہ سے کم سے کم حسن تو ضرور ہوگی۔ اس لحاظ سے بھی کفایت صاحب کا اعتراض باطل ومردود ہے۔

آخری بات : کفایت صاحب کی بات اپنے ہی اصول کی روشنی میں

کفایت صاحب خود لکھتے ہیں کہ جب مطلقا کسی کے کذاب ہونے بات کہی جائے تو حقیقی معنی ہی مراد ہونگے مگر یہ کہ کوئی قرینہ مل جائے۔(مسنون رکعات تراویح صفحہ ۴۵)

ہم کہتے ہیں کہ ابراہیم بن ابی یحییٰؒ کو کذاب نہ کہنے کا قرینہ یہ ہے کہ ان کی بیس رکعت والی روایت کے کئی صحیح متابعات موجود ہیں۔ لہذا ان کے اپنے اصول کی روشنی میں ہی ان کا اعتراض باطل و مردود ثابت ہوا۔

البانی صاحب کا الزامی طور پر ایک حوالہ :

ممکن ہے کہ کفایت صاحب ہمارے قرینے کا رد کر دیں اس ہم البانی صاحب کا ایک حوالہ ذکر کر رہے ہیں: علامہ البانیؒ نے ابراہیم بن عثمان ابو شیبہؒ جنکو کفایت صاحب کذاب کہتے ہیں (مسنون رکعات تراویح صفحہ ؛۴۳) اس ابراہیم بن عثمانؒ کی ایک روایت کو البانیؒ حسن نہیں صحیح کہہ رہے ہیں۔(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر :۱۴۹۵) اسکین ملاحظہ فرمائے:

سُنَنُ ابْنِ مَاجَهْ

تَصْنِيف
أبي عبد الله محمد بن يزيد القزويني
الشهير بـ (ابن ماجه)
(۲۰۹ - ۲۷۳ هـ)

حكم على أحاديثه وآثاره وعلق عليه
العلامة المحدث محمد ناصر الدين الألباني

طبعة مميزة بضبط نصها، مع تمييز
زيادات أبي الحسن القطان، ووضع الحكم على الأحاديث والآثار،
وفهرست الأطراف والكتب والأبواب

اعتنى به
أبو عبيدة مشهور بن حسن آل سلمان

مكتبة المعارف للنشر والتوزيع
لصاحبها سعد بن عبد الرحمن الراشد
الرياض

شَفَّعَهُمُ اللَّهُ» . [«الأحكام» أيضاً، «الصحيحة» (۲۲٦٧): م نحوه].

١٤٩٠ ـ (ضعيف) حدّثنا أبو بكرِ بنُ أبي شيبةَ، وعليّ بنُ محمّدٍ، قالا: حدّثنا عبدُ اللّهِ بن نُميرٍ، عنْ محمّدِ بنِ إسحاقَ، عنْ يزيدَ بنِ أبي حبيبٍ، عنْ مرثدِ بنِ عبدِ اللّهِ اليزنيّ، عَن مالكِ بنِ هُبيرةَ الشاميّ ـ وكانتْ لهُ صُحبةٌ ـ قال: كان إذا أُتيَ بجنازةٍ، فتَقالَّ(١) مَن تَبِعَها، جَزَّأَهُمْ ثلاثةَ صفوفٍ، ثم صَلّى عليها، وقال: إنّ رَسولَ اللّهِ ﷺ قال: «ما صفَّ صُفُوفٌ ثلاثةٌ من المسلمينَ على ميّتٍ إلاّ أَوْجَبَ» [«أحكام الجنائز» (١٠٠)].

٢٠ ـ باب ما جاء في الثناء على الميت

١٤٩١ ـ (صحيح) حدّثنا أحمدُ بنُ عبدةَ، قالَ: حدّثنا حمّادُ بنُ زيدٍ، عنْ ثابتٍ، عَن أنسِ بن مالكٍ؛ قال: مُرَّ على النّبيّ ﷺ بجنازةٍ فأُثنيَ عَليها خيْراً، فقال: «وَجَبَتْ»، ثم مُرَّ عليه بجنازةٍ، فأُثنيَ عليها شرّاً، فقال: «وَجَبَتْ». فقيل: يا رسولَ اللّه! قُلتَ لهذه وَجَبَت، ولهذه وَجَبَتْ. فقال: «شهادةُ القومِ(٢)، والمؤمنونَ شُهودُ اللّهِ في الأرضِ» . [«الأحكام» (٤٤ ـ ٤٥): ق].

١٤٩٢ ـ (صحيح) حدّثنا أبو بكرِ بنُ أبي شيبةَ، قالَ: حدّثنا عليّ بنُ مُسهرٍ، عنْ محمّدِ بن عمرٍو، عنْ أبي سلمةَ، عن أبي هريرةَ؛ قال: مُرَّ على النّبيّ بجنازةٍ فأُثنيَ عليها خيراً في مناقبِ الخيرِ(٣)، فقال: «وَجَبَتْ»، ثم مَرُّوا عليهِ بأخرى، فأُثنيَ عليها شرّاً في مناقب الشّرّ، فقال: «وَجَبَت، إنكم شُهَداءُ اللّهِ في الأرضِ». [«الأحكام» أيضاً، «الصحيحة» (٢٦٠٠)].

٢١ ـ باب ما جاء في: أين يقوم الإمام إذا صلّى على الجنازة؟

١٤٩٣ ـ (صحيح) حدّثنا عليّ بنُ محمّدٍ، قالَ: حدّثنا أبو أُسامةَ، قالَ: أخبرني الحُسينُ بنُ ذكوانَ، عنْ عبدِ اللّهِ بن بُريدةَ الأسلميّ، عَن سَمُرَةَ بنِ جندبٍ الفَزاريّ: أنّ رَسولَ اللّهِ ﷺ صلّى على امرأةٍ ماتَت في نِفَاسِها، فقامَ وَسَطَها . [«الأحكام» (١١٠): ق].

١٤٩٤ ـ (صحيح) حدّثنا نصرُ بنُ عليّ الجهضميّ، قالَ: حدّثنا سعيدُ بن عامرٍ، عنْ همّامٍ، عن أبي غالبٍ؛ قال: رَأيتُ أنَسَ بنَ مالكٍ صَلّى على جِنازةِ رَجُلٍ، فقامَ حِيالَ رأسِهِ، فجيءَ بجنازةٍ أُخرى بامرأةٍ، فقالوا: يا أبا حمزةَ! صَلِّ عَلَيها. فقامَ حِيالَ وَسَطِ السريرِ، فقالَ له العلاء بن زياد: يا أبا حمزةَ! هكذا رأيتَ رَسولَ اللّه ﷺ قامَ من الجِنازة مُقامَكَ مِن الرَّجُلِ، وقامَ من المرأةِ مُقامَكَ مِن المَرأةِ؟ قالَ: نعم. فأَقْبَلَ عَلَينا، فقالَ: احفَظوا . [«الأحكام» (١٠٩)، «المشكاة» (١٦٧٩)].

٢٢ ـ باب ما جاء في القراءة على الجنازة

١٤٩٥ ـ (صحيح) حدّثنا أحمدُ بنُ منيعٍ، قالَ: حدّثنا زيدُ بنُ الحُبابِ، قالَ: حدّثنا إبراهيمُ بنُ عُثمانَ، عنِ الحكمِ، عنْ مقسمٍ، عَن ابنِ عبّاسٍ: أنَّ النّبيَّ ﷺ قَرأَ على الجِنازةِ بِفاتحةِ الكتاب . [«المشكاة» (١٦٧٣)،

(١) «فتقالّ»؛ أي: فعدّهم قليلين.
(٢) «شهادة القوم»؛ أي: وجبت للميت شهادة القوم، أو مقتضاها.
(٣) «خيراً في مناقب الخير»؛ أي: خيراً معدوداً في خصال الخير وأفعاله.

٢٦٤

کفایت صاحب !کیا وجہ ہے کہ آپ کے محدث البانی صاحب نے آپ کے بہ قول ایک کذاب کی روایت کو صحیح کہہ رہے ہیں۔ پس جو جواب آپ اس روایت کا دیں گے وہی ہماری طرف سے ابراہیم بن ابی یحییٰؒ کے بارے میں ہو گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ابراہیم بن ابی یحییٰؒ پر کذاب کا الزام اس بیس رکعت والی روایت میں مردود ہے۔ **اور ان کی یہ روایت متابعات کی وجہ سے حسن درجہ کی ہے۔ واللہ اعلم**

روایت نمبر ۵ :

یزید بن رومانؒ کہتے ہیں کہ " كان الناس يقومون في زمان عمر بن الخطاب في رمضان بثلاث وعشرين ركعة " لوگ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ۲۰ رکعات (تراویح) اور ۳ رکعات وتر پڑھتے تھے۔(مؤطا امام مالک : ۱۱۵/۱)

اعتراض : سنابلی صاحب اسے منقطع قرار دیتے ہے۔(مسنون رکعات التراویح : ۹۸)

الجواب: یہ روایت مرسل ہے اور مرسل روایت جمہور فقہاء و محدثین (امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ، امام احمدؒ (مشہور روایت کے مطابق)، امام سفیان ثوریؒ وغیرہ حضرات) کے نزدیک حجت ہے۔ (تدریب الراوی، ۱/ ۱۰۳، نخبۃ الفکر، ص: ۲۵۷، شرح مسلم للنووی، ۱/ ۳۰، الکفایہ فی علم الروایہ للخطیب، ص: ۳۸۴، فتح المغیث، ۱/ ۲۴۶، ط، رسالہ ابی داؤد الی اہل مکہ، ص: ۲۴، ط، دار العربیہ بیروت)

البتہ امام شافعیؒ اور ان کے ہم فکر محدثین کے نزدیک مرسل روایت حجت نہیں، لیکن ان کے نزدیک مرسل معتضد حجت ہے یعنی اس مرسل کی تائید کسی دوسرے مرسل یا مسند سے ہو۔ (شرح مسلم للنووی، ۱/ ۳۰، نزہۃ النظر لابن حجر، ص: ۲۲۰) لہذا یہ روایت بھی دوسرے مرسل اور مسند روایات کے ساتھ مل کر محدثین کے نزدیک قابل حجت ہوتی ہے۔ اسی طرح مرسل معتضد اہل حدیثوں کے نزدیک حجت ہے۔[24] لہذا سنابلی صاحب کا اسے منقطع بتاکر رد کرنا انکے اپنے مسلک کے اصول کی روشنی میں ہی مردود ہے۔

روایت نمبر ۶ :

یحیی بن سعید انصاریؒ کہتے ہیں کہ " أن عمر بن الخطاب أمر رجلا يصلي بهم عشرين ركعة " حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ ۲۰ رکعات (تراویح) پڑھائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر: ۷۷۶۴، و اسناده صحيح مرسل لكن حجة كمامر)

روایت نمبر ۷ :

[24] مرسل معتضد یعنی جب مرسل کی تائید کسی دوسری مرسل یا مسند سے ہو جائے، تو اسے مرسل معتضد کہتے ہیں اور یہ مرسل معتضد اہل حدیثوں کے نزدیک حجت ہے:

۱ - اہل حدیث محدث، مولانا عبد الرحمن مبارکپوریؒ ابو قلابہؒ کی مرسل کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ تمام محدثین کے نزدیک مرسل معتضد حجت ہے۔ (ابکار المنن، صفحہ/ ۴۷۱-۴۷۲)

۲ - غیر مقلد محقق عبد الرؤف صاحب لکھتے ہیں کہ: یہ مرسلاً مروی ہے اور یہ حدیث اپنے شواہد کی بناء پر صحیح ہے۔ (القول المقبول/ ۶۲۱)

۳ - قاضی شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ "هذا وإن كان مرسلا لكنه معتضد بما سبق" اگرچہ یہ روایت مرسل ہے، لیکن سابقہ روایات سے معتضد اور مؤید ہے۔ (نیل الاوطار ۷/ ۹۲)

۴ - مولانا صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں کہ گویا یہ حدیث مرسل ہے، لیکن دوسری مستند احادیث سے مل کر قوی ہوگئی ہے۔ (صلاۃ الرسول/ ۳۴۰)

۵ - مولانا رئیس ندوی سلفی صاحب لکھتے ہیں کہ: مرسل حدیث احناف و مالکیہ کے نزدیک مطلقاً حجت ہے، اور دوسرے اہل علم کے نزدیک بعض شرائط کے ساتھ حجت ہے، جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ دوسری متصل سند سے، خواہ ضعیف ہو مروی ہو۔ (نمازِ جنازہ اور اس کے مسائل/ ۴۶)

۶- علامہ الالبانیؒ کے نزدیک بھی مرسل معتضد حجت ہے۔ (دیکھئے ص)

۷- اہل حدیثوں کے 'امیر المومنین فی اسماء الرجال' علامہ معلمیؒ بھی مرسل معتضد حجت مانتے ہے۔ (آثار الشيخ العلامة عبدالرحمن بن يحيي المعلمي: ج۵ : ص۱۱۲)

ابن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں کہ " بلغني أن عمر بن الخطاب أمر عبد الله بن السايب المخزومي حين جمع الناس في رمضان أن يقوم بأهل مكة " مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے عبد اللہ بن سائب مخزومیؓ کو حکم دیا جس وقت کہ لوگوں کو رمضان میں جمع کیا کہ وہ اہل مکہ کو نماز (تراویح) پڑھائے ، راوی (نافع بن عمرؒ) کہتے ہیں کہ " بلغني أن قيام عبد الله بن السائب و ابن أبي مليكة عشرين ركعة، عشرين ركعة " مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ عبد اللہؓ اور ابن ابی ملیکہؒ کا قیام ۲۰ ہی رکعات تھا۔(طبقات الكبرى لابن سعد، الطبقة الرابعة من الصحابة: ص ۱۶۰، ط، مکتبہ صدیق ، سعودیہ) یہ روایت کی سند میں 'أبو بكر بن محمد بن أبي مرة المكي' ہے جن کے حالات نہیں ملے۔ مگر متابعات کی وجہ سے اس کی سند 'حسن' ہے۔ واللہ اعلم

الغرض ان تمام صحیح روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ ۲۰ رکعات تراویح کا حکم فرمایا تھا اور ۲۰ رکعات کا ہی معمول حضرت عمرؓ کے دور میں تھا۔ اسی کو امت نے قبول کیا۔ اسی طرح ایک اور روایت محمد بن کعب القرظیؒ سے بھی یہی بات مروی ہے کہ "كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً يُطِيلُونَ فِيهَا الْقِرَاءَةَ وَيُوتِرُونَ بِثَلَاثٍ "۔(مختصر قيام الليل للمروزي، ص: ۲۲۰، ط، حدیث اکیڈمی پاکستان)[25]

لہذا صحیح اور راجح بات یہی ہے کہ حضرت عمرؓ ۲۰ رکعات تراویح کا حکم فرمایا تھا اور اہل حدیث حضرات کا اس کا انکار کرنا باطل اور مردود ہے۔

ص ۳۲ کے مضمون کا باقی حصہ

پانچوی صدی ہجری (م ۴۰۱ھ تا م ۵۰۰ھ) میں امام ابن عبد البر الاندلسیؒ (م ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ "وهو قول جمهور العلماء وبه قال الكوفيون والشافعي اكثر الفقهاء وهو الصحيح عن أبي بن كعب من غير خلاف من الصحابة"۔**(الاستذکار ۵/۱۵۷)** مزید فرماتے ہیں " وهذا هو الاختيار عندنا وبالله توفيقنا"۔**(الاستذکار ۵/۱۵۸)** اور امام شیرازیؒ (م ۴۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ "يقوم شهر رمضان بعشرين ركعة في الجماعة التراويح"۔(التنبیہ للشیرازی : ص ۳۴) **چھٹویں صدی ہجری (م ۵۰۱ھ تا م ۶۰۰ھ) میں** امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ "التراويح وهي عشرون ركعة وكيفيتها مشهورة وهي سنة مؤكدة "۔ **(احیاء العلوم ۲/۳۶۴)** ،امام البغویؒ (م ۵۱۶ھ) کہتے ہیں کہ "من السُّنن الرواتب صلاة التراويح في شهر رمضان عشرون ركعة بعشر تسليمات" ۔ **(التہذیب للبغوی: ج ۲ : ص ۲۳۳)**، امام ابو الحسن یحیٰ بن ابی الخیر بن سالم الیمانیؒ (م ۵۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ "قيام شهر رمضان، وهو عشرون ركعة بعشر تسليمات بعد العشاء"۔**(البیان فی مذھب الامام الشافعی ۲/۲۷۴)**، شیخ عبد القادر جیلانیؒ (م ۵۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ "وهي عشرون ركعة يجلس عقب كل ركعتين ويسلم فهي خمس ترويحات، كل أربعة منها ترويحة"۔**(غنیۃ الطالبین ، صفحہ ۲۶۸)** ، امام ابن رشدؒ (م ۵۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ "واختلفوا في المختار من عدد الركعات التي يقوم بها الناس في رمضان، فاختار مالك في أحد قوليه، وأبو حنيفة والشافعي، وأحمد وداؤد القيام بعشرين ركعة سوى الوتر، وذكر ابن القاسم عن مالك أنه كان يستحسن ستا وثلاثين ركعة والوتر ثلاث"۔**(بدایۃ المجتہد ۱/۲۱۰)** باقی ص ۸۶ ہے۔

[25] اس کی سند نہیں ملی۔